ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
33
6تا12 رمضان المبارک 1431ھ/17تا23 اگست 2010ء

صیام وقیامِ رمضان

صیام وقیامِ رمضان کی اصلی غایت وحکمت اور ان کا اصل ہدف ومقصود ایک جملے میں اس طرح سمویا جاسکتا ہے کہ — ایک طرف روزہ انسان کے جسدِ حیوانی کے ضعف واضمحلال کا سبب بنے تاکہ رُوحِ انسانی کے پاؤں میں پڑی ہوئی بیڑیاں کچھ ہلکی ہوں اور بہیمیت کے بھاری بوجھ تلے دبی ہوئی اور سسکتی اور کراہتی ہوئی رُوح کو سانس لینے کا موقع ملے — اور دوسری طرف قیامُ اللّیل میں کلامِ ربانی کا روح پرور نزول اُس کے تغذیہ وتقویت کا سبب بنے — تاکہ ایک جانب اس پر کلامِ الٰہی کی عظمت کماحقہٗ منکشف ہوجائے اور وہ اچھی طرح محسوس کرلے کہ یہی اُس کی بھوک کو سیری اور پیاس کو آسودگی عطا کرنے کا ذریعہ اور اُس کے دُکھ کا علاج اور درد کا درماں ہے! — اور دوسری جانب رُوحِ انسانی ازسرِنو قوی اور توانا ہوکر ''اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز'' ہو۔ گویا اس میں تقرب الی اللہ کا داعیہ شدت سے بیدار ہوجائے اور وہ مشغول دعا ومناجات ہوجو اصل روح ہے عبادت کی اور لُبِّ لُباب ہے رُشد وہدایت کا!

الغرض! صیام وقیامِ رمضان کا اصل مقصود یہ ہے کہ رُوحِ انسانی بہیمیت کے غلبے اور تسلط سے نجات پاکر گویا حیاتِ تازہ حاصل کرے اور پوری شدت وقوت اور کمالِ ذوق وشوق کے ساتھ اپنے رب کی جانب متوجہ ہوجائے!

عظمت صوم
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

اگر تم پھر وہی حرکتیں کروگے تو......

اجتماعی توبہ

قرآن کا انسانِ مطلوب(ii)

روزہ کے آداب وشرائط

حرمتِ رسولؐ سیمینار

''عورت کا اصل مقام گھر ہے، وہ گھر میں تبلیغ کرے''
ناظمہ تنظیم اسلامی حلقہ خواتین سے انٹرویو

افغانستان میں نیوکلیئر ہتھیاروں کا استعمال

مالک نے باندھا کیوں؟

ڈاکٹر اسرار احمد: اب ایسا صاحب فکر وعمل کہاں

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (430)

سورۃ التوبہ

(آیات:25تا27)

ڈاکٹر اسرار احمد

لَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيۡ مَوَاطِنَ كَثِيۡرَةٍ ۙ وَّيَوۡمَ حُنَيۡنٍ ۙ اِذۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ عَنۡكُمۡ شَيۡـًٔـا وَّضَاقَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّيۡتُمۡ مُّدۡبِرِيۡنَ ۚ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَعَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا وَعَذَّبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوۡبُ اللّٰهُ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۷﴾

’’اللہ نے بہت سے موقعوں پر تم کو مدد دی ہے، اور (جنگ) حنین کے دن جبکہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر غرّہ تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر پھر گئے۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور (تمہاری مدد کو فرشتوں کے) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے (آسمان سے) اتارے اور کافروں کو عذاب دیا۔ اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔ پھر اللہ اس کے بعد جس پر چاہے مہربانی سے توجہ فرمائے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

اب پھر سلسلہ اُن چھ آیات کے ساتھ جُڑ گیا ہے جو ذی قعدہ 9ھ میں نازل ہوئیں۔ اس وقت غزوۂ حنین ہو چکا تھا۔ اے مسلمانو! اللہ نے تمہاری مدد کی بہت سے مواقع پر اور حنین کے دن بھی جب تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہوگیا تھا۔ یہ نہیں کہ سب مسلمانوں کو یہ ناز ہوگیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار مسلمان آپؐ کے ساتھ تھے۔ اس کے بعد حنین کا معرکہ ہوا۔ اس وقت آپؐ کے ساتھ 12 ہزار کا لشکر تھا، جس میں 10 ہزار تو فتح مکہ والے تھے اور دو ہزار وہ تھے جو فتح مکہ کے بعد آپؐ کے ساتھ شامل ہوئے۔ ان میں نو مسلم بھی تھے اور مشرک بھی جو کہ اب مسلمانوں کی رعایا بن چکے تھے۔ 12 ہزار کا یہ لشکر اُس وادی میں سے گزر رہا تھا جس کے دونوں طرف پہاڑیاں تھیں۔ دشمن کے ماہر تیر اندازوں نے پہاڑیوں کے اوپر مورچے بنا رکھے تھے۔ اُنہوں نے اوپر سے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ مسلمان نیچے وادی میں تھے۔ تیر اندازوں کے اس حملے کے نتیجے میں اُن میں بھگدڑ مچ گئی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ صرف 30، 40 آدمی رہ گئے۔ علامہ شبلیؒ نے یہی لکھا ہے لیکن سید سلیمان ندویؒ نے اپنے استاد سے اختلاف کرتے ہوئے سیرت النبیؐ میں نوٹ دیا ہے کہ 30، 40 نہیں بلکہ تین چار سو آدمی رہ گئے تھے۔ بہر حال یہ تعداد بھی معمولی تھی۔ اس وقت پھر حضور ﷺ خود اپنی سواری سے اترے اور علم اپنے ہاتھ میں لیا، اور یہ رجز پڑھا: ((انا النبی لا کذب انا بن عبد المطلب))۔ مطلب یہ تھا کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ میں نبی ہوں۔ اگر 12 ہزار میرا ساتھ دیں تو بھی میں نبی ہوں، اور اگر کوئی ساتھ نہ دے تو بھی نبی ہوں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا یعنی پوتا میدان میں موجود ہوں۔ پھر آپؐ نے لوگوں کو پکارا، اِلَیَّ یا عباد اللّٰہ۔ اے لوگو میری طرف آؤ۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو جن کی آواز کافی بلند تھی حکم دیا کہ صحابہ کو پکاریں۔ انہوں نے بلند آواز سے پکارا: درخت والو، بیعت رضوان والو کہاں ہو۔ اس پر سب لوگ واپس پلٹے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ ان آیات میں اسی کا ذکر ہے کہ جب تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہوگیا تو وہ کثرت تمہارے کام نہ آئی، اور زمین تم پر پوری فراخی کے باوجود تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ موڑ کر پیچھے دوڑے۔ پھر اللہ نے رسول ﷺ پر اور تم پر سکون نازل فرمایا۔ اللہ نے اس وقت ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور اُس نے کافروں کو عذاب دیا اور یقیناً کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ پھر اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ توبہ نصیب فرما دے گا، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے گا اور اللہ تو غفور و رحیم ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

روزے کی فضیلت

عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدِ الۡخُدۡرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَامِنۡ عَبۡدٍ یَّصُوۡمُ یَوۡمًا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰہُ بِذَالِکَ الۡیَوۡمِ وَجۡھَہٗ عَنِ النَّارِ سَبۡعِیۡنَ خَرِیۡفًا)) (متفق علیه)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کوئی بندہ ایسا نہیں کہ جو محض اللہ کے لیے ایک دن کا روزہ رکھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس ایک دن کے روزہ کی وجہ سے اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت کے بقدر دور کر دے گا۔‘‘

تاخلافت کی بِنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 | 6 تا 12 رمضان المبارک 1431ھ | شمارہ 33
17 تا 23 اگست 2010ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''اگر تم پھر وہی حرکتیں کرو گے تو ہم بھی وہی کریں گے''

امریکہ اور یورپ کا میڈیا اور ہمارا سیکولر دانشور آج کل اسلام فوبیا میں مبتلا ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ ہمارا سیکولر دانشور اسلام کی بجائے ''مولوی'' کا لفظ استعمال کرتا ہے، تاکہ 18 کروڑ مسلمانوں کے غیض وغضب سے بچا جاسکے۔ مولوی کے کندھے پر رکھ کر اسلامی شعائر اور اسلامی تعلیمات کے خلاف زہر اگلنا آسان ہو جاتا ہے اور چونکہ مولوی بھی معاشرے میں اپنی Credibility کھو چکا ہے لہٰذا عوام کسی نہ کسی درجہ میں بعض باتوں کو قبول کر لیتے ہیں۔ آج جب پاکستان میں سیلاب کے ہاتھوں انسان مال واسباب کے ساتھ جان کی بازی بھی ہار رہے ہیں، سینکڑوں دیہات صفحۂ ہستی سے مٹ گئے ہیں، ماؤں کے جگر گوشے اور سہاگنوں کے سہاگ اُن کی نظروں کے سامنے ڈوب رہے ہیں، بیٹا باپ کو اور باپ بیٹے کو بچاتے ہوئے پانی کی بے رحم لہروں کی نظر ہو رہا ہے، پختہ عمارتیں ریت کے گھروندوں کی طرح زمین بوس ہو رہی ہیں اور اُن کے مکین اپنے مال سمیت بے گور وکفن دفن ہو رہے ہے، اس خوفناک بحرانی کیفیت میں ہمارے سیکولر دانشور کو یہ فکر دامن گیر ہے کہ اس قرآنی نظریہ کو وہ غلط ثابت کر سکے کہ انسان جب گناہوں کے ہو کر رہ جاتے ہیں، جب ظلم وستم تمام حدود وقیود کراس کر جاتا ہے، جب گھٹیا خیالات کے حامل رذیل لوگ قیادتیں سنبھال لیتے ہیں اور عزت اور احترام کے قابل سمجھے جانے لگتے ہیں، گویا معاشرہ یہ صلاحیت ہی کھو بیٹھا ہے کہ بُرائی کو بُرائی سمجھے اور کہے تو اللہ کی طرف سے مختلف پیمانوں پر مختلف انداز میں عذاب نازل ہوتے ہیں۔ حالانکہ بدترین گناہوں میں ملوث قوموں پر عذاب کے نازل ہونے کا قرآن حکیم میں کئی جگہوں پر ذکر ہے۔ ہم یہاں صرف ایک مثال دیئے دیتے ہیں۔ سورۃ الروم آیت نمبر 41 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ): خشکی وتری میں فساد برپا ہو گیا ہے یہ لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔'' لیکن ہمارا سیکولر طبقہ چیخ وپکار کر رہا ہے کہ مولوی سیلاب کے سدباب اور اس مصیبت سے نمٹنے کی بجائے ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ یہ ہمارے گناہوں کا خمیازہ ہے اور یہ اللہ کا عذاب ہے۔

سیکولر دانشور سوال کرتا ہے کہ کیا صرف غریب گنہگار ہیں اور لاہور وکراچی کی شاندار کوٹھیوں اور بنگلوں میں براجمان امراء بہت نیک ہیں کہ یہ عذاب اُن پر نازل نہیں ہو رہا۔ ہم بدقسمتی سے مولوی کا درجہ تو حاصل نہیں کر سکے لیکن اس سوال کا جواب دینا خود پر واجب سمجھتے ہیں۔ اولاً یہ کہ یہ بات ہی خلافِ حقیقت ہے کہ سیلاب کے عذاب میں صرف غریب مبتلا ہیں، خیبر پختونخواہ کے بہت سے کروڑ پتی اس وقت حکومتی امداد پر بسر واوقات کرنے پر مجبور ہیں۔ اخباری رپورٹ کے مطابق کئی بڑے تاجر نقصان کی وجہ سے نفسیاتی مریض ہو گئے ہیں۔ ثانیاً یہ کہ ہمارے سیکولر دانشور بھائی غور فرمائیں کہ اس غریب ملک میں امیر اور غریب کا تناسب کیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ امراء معاشرے میں آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ جب عظیم اکثریت غرباء ہی کی ہے تو ظاہر ہے کہ وہی ڈوبتے اور ہلاک ہوتے نظر آئیں گے۔ ثالثاً یہ کہ میڈیا پرنٹ ہو یا الیکٹرونک، اُنہیں اس مصیبت کے وقت میں آسودہ حال لوگوں کو جھنجھوڑنا ہے، مصیبت زدگان کی امداد کے لئے لوگوں کے جذبات کو ابھارنا ہے، لہٰذا وہ اپنا قلم اور کیمرہ غریب ترین اور انتہائی خستہ حال لوگوں پر فوکس کریں گے، تاکہ پڑھنے اور سننے والے انسانی ہمدردی کے جذبے کے تحت آگے بڑھیں۔ ٹیلی ویژن یہ کہتا کبھی نہیں سنا جائے گا کہ سیلاب سے فلاں کروڑ پتی مقروض ہو گیا ہے، لوگ آگے بڑھیں اور اُس کا قرض اُتاریں۔ نوشہرہ کی مارکیٹ میں اربوں روپے کے سیلاب کی نذر ہونے والے کپڑے کے مالک کیا غرباء تھے۔ یہ تو گذارشات تھیں، اس سوال کے جواب میں کہ اگر یہ عذاب خداوندی ہے تو صرف غریبوں پر کیوں نازل ہوا ہے۔ لہٰذا وہ اسے اللہ کا عذاب نہیں مانتے بلکہ اُس کی صرف سائنسی توجیحات کرتے ہیں۔ جبکہ ہماری رائے بلکہ ایمان یہ

ہے کہ یہ اللہ کا عذاب ہے۔ البتہ اللہ اُس کے لئے دنیوی اسباب پیدا کرتا ہے۔ یہ سائنسی توجیہات زمینی اسباب ہیں۔ اللہ ان کو ہی عذاب کا ذریعہ بناتا ہے۔

اب آیئے، اُس اصل بات کی طرف جوان دانشوروں کے سوال میں پوشیدہ ہے وہ یہ کہ زلزلہ ہو، سیلاب ہو یا کوئی سماوی آفت وہ اس کا گناہوں اور برائیوں سے کوئی تعلق نہیں سمجھتے جو افراد سے انفرادی سطح پر سرزد ہوں یا قوم سے اجتماعی طور پر۔ ہمارا اس مسئلہ پر پہلا آخری حتمی اور برملا جواب یہ ہے کہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان ایک شے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو، اُس کی آواز اپنے کانوں سے سن رہا ہو اور اُس کے وجود پر ساری دنیا بھی گواہی دے رہی ہو، تب بھی وہ اُس کے ہونے پر اُس قدر یقین نہیں کرے گا جتنا یقین اُسے قرآن کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر حرف پر ہوگا۔ قرآن کی بہت سی آیات ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے انسانی تاریخ میں کئی اقوام پر گناہوں کے اصرار پر عذاب نازل کئے۔ ان مختلف عذابوں میں انسانیت جزوی طور پر بھی متاثر ہوئی اور کلی طور پر بھی۔ کئی اقوام کو چھوٹے چھوٹے عذابوں سے تنبیہات کی گئیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ اگر اگلی اقوام پر گناہوں کی پاداش میں عذاب نازل ہوتے تھے تو آج کسی قوم پر ایسے ہی گناہوں پر عذاب کیوں نازل نہیں ہوگا۔ البتہ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ عذابِ استیصال یعنی جڑ کاٹ دینے والا اللہ کا عذاب صرف کسی رسول کی مکمل نافرمانی پر ہی آتا ہے۔ رسول کی غیر موجودگی میں آنے والا کوئی عذاب کسی قوم کا مکمل خاتمہ نہیں کرے گا۔ نوٹ کرنے والی بات یہ ہے کہ قرآن حکیم نے انسانوں کو بار بار سمجھایا کہ اس دنیا کی سزا اور جزا کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ یہ بہت معمولی، بہت کمتر ہیں۔ اصل جزا اور سزا تو آخرت میں ملے گی۔ وہاں سزا پانے والے کی سزا کو موت بھی نہیں ختم کر سکے گی۔ اس لئے کہ موت کو موت آچکی ہوگی۔ آگ جب انسانوں کی جلد کو جلا دے گی تو انہیں نئی جلد دے دی جائے گی، تاکہ تکلیف، اذیت اور کرب کا سلسلہ ختم نہ ہو اور جنتیوں کی سب سے بڑی خوشی یہی ہوگی کہ اُنہیں بتا دیا جائے گا کہ یہ عیش و آرام کبھی ختم نہ ہوگا۔

اس دینی پس منظر میں غور فرمائیں، اللہ دنیا میں جب کسی گناہ گار قوم کے ایک حصے پر عذاب بھیجتا ہے تو درحقیقت وہ اس قوم کے دوسرے حصے کو تنبیہہ کرتا ہے کہ باز آجاؤ۔ ہماری قوت کا غلط اندازہ مت لگاؤ۔ تمہارے حساب کتاب دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ دیکھو، ہم نے تمہاری قوم کے ایک حصہ کے امراء و غرباء کو کس طرح ملیا میٹ کر دیا ہے۔ تم باز آجاؤ ورنہ تم بھی کسی حادثہ سے، کسی سانحہ سے دوچار ہو سکتے ہو۔ فرض کریں، وہ قوم خصوصاً اُس کے بڑے لوگ گناہوں کے ارتکاب سے باز نہیں آتے اور طبعی موت مرجاتے ہیں تو سمجھ لیں کہ وہ بدقسمت ترین لوگ ہیں، اس لئے کہ جن پر دنیا میں مصیبت نازل ہوئی تھی، تو قوی امکان ہے کہ اللہ اپنی رحمت سے یہ دنیوی سزا اُن کے گناہوں کے کفارے کے طور پر قبول کر لے اور اُن کی مغفرت کر دے۔ لیکن جنہوں نے توبہ بھی نہیں کی اور دنیا میں سزا بھی نہیں پائی، اُنہیں آخرت میں کیسی خوفناک سزا کا سامنا ہوگا، اُس کا اندازہ ایک حدیث کے مفہوم سے سمجھ لیں کہ جب اللہ اپنی رحمت سے مغفرت حاصل کرنے والوں کو انعام دے رہا ہوگا تو جہنمی انتہائی حسرت سے کہیں گے کہ اے کاش! دنیا میں ہمارے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیئے جاتے لیکن آج یہ انعامات اور یہ جزا ہم بھی حاصل کر لیتے۔ ہمارے سیکولر دانشور بھائی غور فرمائیں کہ کتنے بدقسمت ہوتے ہیں، وہ گناہ گار جنہیں دنیا میں سزا نہیں ملتی۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ لاہور اور کراچی کے شاندار بنگلوں میں براجمان زیادہ

(باقی صفحہ 14 پر)

بیادِ مجلس اسرار

اجتماعی توبہ

ہماری موجودہ زبوں حالی کا علاج اجتماعی توبہ ہے۔ اگرچہ اجتماعی توبہ کا نقطہ آغاز انفرادی توبہ ہی ہوتی ہے، لیکن انفرادی توبہ کے ذریعے صرف اُخروی عذاب سے نجات کی ضمانت مل سکتی ہے۔ انفرادی توبہ خواہ کتنی ہی سچی ہو اور انسان ذاتی اعتبار سے خواہ کتنا ہی متقی وصالح اور عابد و زاہد کیوں نہ بن جائے، اگر قوم کی مجموعی حالت تبدیل نہ ہو اور وہ بحیثیت مجموعی عذاب خداوندی کی مستحق بن جائے تو جس طرح چکی میں گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے، اسی طرح جب کسی قوم پر دنیا میں اجتماعی عذاب آتا ہے تو اس کی لپیٹ میں بدکاروں اور بدمعاشوں کے ساتھ ساتھ بے گناہ لوگ بھی آجاتے ہیں، جیسے کہ سورۃ الانفال کی آیت 25 میں فرمایا:

(ترجمہ) ''اور ڈرو اُس عذاب سے جو تم میں سے صرف بدکاروں اور گناہ گاروں ہی پر نہیں آئے گا، اور جان لو کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔''

اس سے بھی زیادہ قابلِ حذر معاملہ وہ ہے جو ایک حدیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں اور فلاں بستیوں کو اُن کے رہنے والوں سمیت اُلٹ دو۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ پروردگار! اس میں تو تیرا فلاں بندہ بھی رہتا ہے، جس نے آج تک کبھی پلک جھپکنے جتنی دیر بھی معصیت میں بسر نہیں کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اُلٹ دو اس بستی کو پہلے اس پر اور پھر دوسروں پر، اس لیے کہ (اپنی تمام تر ذاتی نیکی اور پارسائی کے باوصف، اس کی دینی بے حمیتی کا حال یہ ہے کہ میرے دین و شریعت کی حمایت و حفاظت میں کوئی عملی سعی و جہد تو درکنار) میری غیرت کے باعث کبھی اس کے چہرے کا رنگ بھی متغیر نہیں ہوا!'' (سنن بیہقی)

دنیا میں کسی قوم کے اللہ کے عذاب سے بچنے کی واحد صورت ''اجتماعی توبہ'' ہے۔ اور اگرچہ یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں کسی معاشرے کے صدفی صد لوگ تو کبھی بھی دور میں درست نہیں ہوئے (یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی آخر دم تک کچھ نہ کچھ تعداد میں منافق ضرور موجود رہے، تا بہ دیگراں چہ رسد؟) تاہم اگر کسی قوم کے افراد اتنی معتدبہ تعداد میں سچی توبہ کر لیں کہ پھر اپنی دعوت و نصیحت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے قوم کے اجتماعی دھارے کا رُخ تبدیل کر دیں، یعنی بالفاظ دیگر ایک اجتماعی انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں، تو اس قوم کی جانب سے ''اجتماعی توبہ'' کا حق ادا ہو جائے گا، اور وہ ''دنیا کی زندگی میں رسوا کن عذاب'' سے نجات پا کر ''نئی زندگی'' حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

قرآن کا انسانِ مطلوب (II)

اُخروی نجات کے لیے ہمیں اپنے اندر وہ مومنانہ اوصاف پیدا کرنے ہوں گے، جنہیں قرآن حکیم نے بیان کیا ہے

30 جولائی 2010ء مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** صاحب کا خطابِ جمعہ

[سورۃ الانفال کی چند آیات کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! آپ کو یاد ہوگا کہ گزشتہ جمعہ میں قرآن کا انسانِ مطلوب کے عنوان سے گفتگو ہوئی تھی اور سورۃ المومنون اور سورۃ المعارج کی آیات کی روشنی میں بتایا گیا تھا کہ انسان مطلوب یعنی وہ انسان جنہیں اللہ کامیاب قرار دیتا ہے، جو فلاح اُخروی سے ہمکنار ہوں گے، جن کو جنت الفردوس میں جگہ ملے گی، اُن کے اوصاف کیا ہیں۔ ظاہر ہے، ہم میں سے ہر مسلمان اِس بات کا امیدوار ہے، بلکہ اپنے خیال میں یہ استحقاق بھی رکھتا ہے کہ وہ جنت میں جائے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کس بنیاد پر یہ بات کہتے ہیں؟ کیا اس بنیاد پر کہ ہم مسلمان گھرانے میں پیدا ہوگئے ہیں، اور ہم خواہ دین کی تعلیمات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھیں، ہمارے والدین نے ہمیں دین کے بارے میں ایک لفظ نہ پڑھایا ہو، ہم نے کبھی یہ جاننے کی کوشش ہی نہ کی ہو کہ دین کیا ہے اور ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے۔ قرآن اس تصور کی نفی کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں جس شخص نے بھی صدقِ دل سے کلمہ پڑھا، وہ بالآخر جنت میں جائے گا، مگر یہ نہیں کہ اُسے اُس کے جرائم اور گناہوں کی سزا نہیں ملے گی بلکہ پہلے اُسے یہ سزا بھگتنا ہوگی۔ درحقیقت نجات کے حوالے سے ہمارے ذہنوں میں وہی تصور ہے، جو یہودیوں کے ہاں تھا۔ یہودی بھی اسی قسم کی خوش خیالی میں مبتلا تھے۔ فرمایا:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ﴾ (المائدہ:18)

''اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔''

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١١١﴾﴾

''اور (یہودی و عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جانے کا۔ یہ ان لوگوں کے خیالات باطل ہیں (اے پیغمبرؐ ان سے) کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔''

قرآن اس تصور کے برعکس ہمیں یہ بتاتا ہے کہ وہ لوگ جو امتحان زندگی میں کامیاب ہوں گے، جو جنت کے لیے کوالیفائی کریں گے، وہی ہوں گے جن میں دین و شریعت کی پاسداری کا ناگزیر وصف ہوگا۔ اُن کے اندر چند بنیادی اوصاف ہوں گے۔ انہوں نے اپنے نفس کو اسلامی ضابطہ کا پابند بنایا ہوگا۔ نفس انسانی بے لگام ہونا چاہتا ہے۔ اُس کے اندر یہ بیماری ہے کہ اُسے اختیار مل جائے تو فرعون بن جاتا ہے، لیکن ہمیں چاہیے کہ اُسے قابو کر کے خود بھی صراطِ مستقیم کو اختیار کریں، دوسری جانب خیر و بھلائی کے پرچارک بھی بنیں، حق و صداقت کا علم بلند کریں۔ تب ہی کامیابی کا راستہ کھلے گا اور ہم آخرت میں فوز و فلاح کی منزل سے ہمکنار ہوسکیں گے۔

سورۃ المومنون اور سورۃ المعارج میں ایسے لوگوں کی پہلی صفت نماز کی پابندی بیان کی گئی ہے۔ نماز حقوق اللہ میں سے سب سے بڑا حق ہے۔ یعنی اللہ کے سامنے جھکنا، سرِتسلیم خم کرنا۔ یہ اس بات کا سبق دیتی ہے کہ انسان پوری زندگی میں اپنے مالک کا مطیع ہو۔ پانچ مرتبہ نماز کا حکم دے کر علامتی طور پر یہ بات سمجھائی جاتی ہے کہ تمہارا مالک حقیقی اللہ ہے، جو شہنشاہِ ارض و سماوات ہے۔ تم اُس کے بندے ہو، غلام ہو، محتاج ہو۔ تمہارا وجود، تمہاری زندگی، تمہاری صلاحیتیں سب اُسی کی عطا ہے۔ وہی تمہارا رازق ہے۔ وہی زندگی اور موت دینے والا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے ذلت و رسوائی کے انجام بد سے دوچار کر دیتا ہے۔

کامیاب ہونے والوں کی دیگر صفات یہ ہیں کہ وہ لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں۔ اُن میں جذبہ شہوت پر کنٹرول کا وصف موجود ہوتا ہے۔ وہ امانت داری اور ایفائے عہد کے اوصاف سے متصف ہوتے ہیں۔ وہ تمام نیک اعمال انجام دینے کے باوجود اپنے رب کے عذاب سے لرزہ بر اندام رہتے ہیں۔ یہ وہ بنیادی اوصاف ہیں جو انسان مطلوب کی شخصیت کے لازمی اجزاء ہیں۔ ایک بندۂ مومن ان سے محروم نہیں ہوسکتا۔ یہ تو اُس کی شخصیت کا زیور ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے جنت ہوگی۔ انہی کا اکرام ہوگا۔ انہی کو آخرت میں خوش آمدید کہا جائے گا۔

اہل ایمان کے متذکرہ اوصاف تو وہ ہیں جو مکی سورتوں میں آئے ہیں۔ مدنی سورۃ میں اِن اوصاف میں ایک نہایت اہم وصف کا اضافہ ہوا ہے، اور وہ ہے اللہ کے دین کے غلبہ و اقامت کی خاطر اللہ کے باغیوں سے پنجہ آزمائی کرنا۔ اللہ نے جو دین اور مکمل نظام زندگی عطا کیا ہے، اللہ کے وفادار بندے اُس نظام کے غلبہ کے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ مراعات یافتہ طبقات جب اس راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں تو وہ اُن سے قتال کرتے ہیں۔

مدنی سورتوں میں ایک اہم مقام سورۃ البقرہ ہے۔ اس کی آیت 177 میں نیکی کی حقیقت کے بیان میں بندوں کے جو مطلوب اوصاف آئے ہیں، اُن میں سے ایک صبر ہے۔ یعنی راہ حق میں پیش آنے والی تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے جھیلنا، صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنا۔ اس آیت میں اصلاً نیکی کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے پس منظر میں تحویل قبلہ کا واقعہ ہے۔ تحویل قبلہ کا حکم رجب یا شعبان سن 2 ہجری میں نازل ہوا۔ اس سے پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ بیت المقدس مدینہ کے عین شمال میں

ہے، اور خانہ کعبہ بالکل جنوب میں۔ تحویل قبلہ کے بعد جب مسلمانوں نے بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کی طرف رُخ کیا تو یہود نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ اگر کعبہ ہی قبلۂ اصلی ہے تو اِس سے پہلے 17 ماہ تک مسلمانوں نے جو نمازیں بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے پڑھیں، وہ تو ضائع ہو گئیں۔ بعض مسلمانوں کو بھی شبہ ہوا کہ اِس دوران جو مسلمان مر گئے اُن کے ثواب میں نقصان رہا۔ اللہ نے بتایا کہ مسلمانو تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ تم نے نبی کی اطاعت کرتے ہوئے بیت المقدس کی طرف رُخ کیا تو تم نے ایمانی تقاضا پورا کیا۔ تمہاری عبادت ضائع ہونے والی نہیں۔ تمہارے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ کچھ عرصے بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے سے دراصل مسلمانوں کا امتحان مقصود تھا کہ آیا وہ نبی ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں یا نہیں۔ موجودہ دور میں سنت کے بارے میں طرح طرح کے شبہات پیدا کیے جاتے ہیں، حالانکہ دین نام ہی اللہ کے نبیؐ کی سنت کا ہے۔ اللہ کی کتاب قرآن حکیم بھی تو ہمیں نبی ﷺ کے ذریعے ملی ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ جس چیز کا آپ حکم دیں، اُس کو اختیار کریں اور جس سے منع کریں اُس سے رُک جائیں۔ بہرکیف اس پس منظر میں نیکی کی حقیقت سمجھائی گئی، اور اس بیان میں انسان مطلوب کا پورا نقشہ بھی سامنے آ گیا اور اس کی صفات واضح ہو گئیں۔ فرمایا:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ﴾

”نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔“

نیکی کا تصور بہت وسیع ہے۔ نیکی کی اصل اور بنیاد ایمان ہے، لہٰذا کل نیکی یہی نہیں کہ آدمی مشرق و مغرب کو منہ کرے بلکہ اصل نیکی اُس شخص کی ہے جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہو۔

﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ﴾

”اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں)۔“

سورۃ المومنون میں کہا گیا تھا کہ اہل ایمان زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ یہاں واضح کیا گیا کہ نیک آدمی انسانی ہمدردی کے وصف سے متصف ہوتا ہے۔ وہ مال کی محبت کے باوجود ضرورت مندوں پر اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ یہ ضرورت مند کون ہیں؟ اقارب، یتماء، مساکین، مسافر، سوال کرنے والے اور غلام (یا قرض کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے)۔

﴿وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ﴾

”اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کر لیں تو اس کو پورا کریں۔“

نیک لوگ نماز جیسے فریضے کو ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا پورا اہتمام کرتے ہیں۔ پیچھے جو ایتائے مال کا ذکر آیا ہے وہ صدقات نافلہ ہیں۔ یہاں اُس زکوٰۃ کی بات آئی ہے جو ہر صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ پھر ان لوگوں کی یہ صفت بھی ہے کہ وہ عہدوں کو پورا کرتے ہیں۔ یہاں ایفائے عہد کا ذکر ہے، امانت کا ذکر نہیں، لیکن درحقیقت امانت اور ایفائے عہد ایک ہی وصف کے دو گوشے ہیں۔

﴿وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ﴾

”اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔“

یہ لوگ تھڑدلے اور کم ہمت نہیں، بڑی ہمت والے ہیں۔ یہ فقر و فاقہ میں، مشکلات اور تکالیف میں اور جنگ کے موقع پر صبر کرتے ہیں۔ یہ گویا قتال کا ذکر ہے۔ اور یہ سورۃ المومنون اور سورۃ المعارج میں بیان کردہ صفات پر اضافہ ہے۔ نیکوکاروں کا صبر تین مواقع پر ہوتا ہے۔

1۔ فقر و فاقہ کی نوبت آ جائے تو وہ حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے، بلکہ رضائے رب پر راضی رہتے ہیں۔

2۔ راہ خدا میں انہیں تکالیف کا سامنا ہو تو اس صورت میں بھی اُن کا شیوہ صبر و ثبات ہوتا ہے۔

3۔ اللہ کے دین کی سربلندی کی جدوجہد میں جب انہیں جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آنا پڑے اور اللہ کے دین کے دشمنوں سے جنگ لڑنی پڑے تو ایسے خوفناک موقع پر بھی اُن کا ہتھیار صبر ہوتا ہے اور وہ استقامت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں۔

یہاں یہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے ان نیک بندوں کی جنگ کس لیے ہوتی ہے؟ کیا یہ اقتدار کے لیے لڑتے ہیں؟ ہرگز نہیں، اقتدار کی خواہش تو وہ سینے میں پالتے ہی نہیں کہ حُبِّ جاہ کے لیے وہ فرعون یا قارون بننا چاہیں۔ اُن کی جنگ اور جہاد کا ہدف صرف اور صرف اللہ کے کلمہ کی سربلندی اور دین حق کا غلبہ ہوتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام آ جائے۔ وہ رب کے وفادار ہوتے ہیں اور وفادار غلام اپنے آقا ہی کا بول بالا کرنا چاہتا ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ زمین پر شیطانی اور دجالی قوتوں کا اقتدار قائم رہے، اس لیے کہ جب زمین اللہ کی ہے تو اس پر حکم بھی اسی کا چلنا چاہیے۔ وہ غیر اللہ کی حاکمیت ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ آخر میں فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ١٧٧﴾

”یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں۔“

انہی خصوصیات کے حامل لوگ اپنے دعوئ ایمان میں سچے ہیں۔ یہی نیک اور متقی ہیں۔ کامیابی انہی کا مقدر ہو گی۔ انہی کے لیے جنت تیار کی گئی ہے۔

مدنی سورتوں میں سورۃ البقرہ (آیت بر) کے علاوہ دوسرا مقام سورۃ الانفال ہے، جہاں انسانِ مطلوب کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ یہاں بھی بطور خاص قتال فی سبیل اللہ کا ذکر آیا ہے۔ سورۃ الانفال میں بندۂ مومن کی شخصیت کے دو پہلو آئے ہیں۔ اس کی ابتدا میں بندۂ مومن کی باطنی کیفیت اور اختتام پر ظاہری کیفیت کا ذکر ہوا ہے۔ باطنی کیفیت کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ٢﴾

”مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں۔“

ہم میں سے ہر شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ سچا مومن بنے، لیکن جاننا چاہیے کہ سچے مومن کے باطنی اوصاف کیا ہیں۔ فرمایا، ان اوصاف میں پہلی بات جو ایمان کا مظہر اولین ہے یہ ہے کہ جب ان لوگوں کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اللہ کی عظمت اور جلال سے اُن کے دل لرز اُٹھتے ہیں۔ اس وسیع و عریض کائنات میں، جس کی وسعت کے بارے میں انسان سائنس و ٹیکنالوجی کے استعمال کے بعد کچھ نہ کچھ جاننے کے قابل ہوا ہے، ہماری زمین ذرّہ برابر حیثیت نہیں رکھتی اور جہاں تک خود ہمارے وجود کا تعلق ہے تو یہ ایسا ہے گویا کالمعدوم، انسان کی حیثیت ہی کیا ہے؟ وہ تو زمین کی معمولی سی ارتعاش سے، ہواؤں کے تیز چلنے سے، سیلابی پانی کے بپھر جانے سے موت کا نوالہ بن جاتا

ہے۔ لہٰذا جب وہ یہ سوچتے ہیں کہ اس کائنات کے خالق کی عظمت اور جلال کا کیا عالم ہوگا، تو اس کے تصور سے اُن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اُن کے دل خشیت الٰہی سے معمور ہوتے ہیں، لہٰذا جب اُن کے سامنے آیات قرآنی تلاوت کی جاتی ہیں تو انہیں سن کر اُن کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اُن کا ایک اور بنیادی وصف یہ بتایا کہ وہ مادی اسباب و وسائل پر بھروسا نہیں کرتے، اُن کا سارا توکل و اعتماد اللہ پر ہوتا ہے جو مسبب الاسباب ہے۔ سچا مومن یہ یقین رکھتا ہے کہ میرے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو اللہ چاہے گا۔ زندگی موت عزت ذلت اُسی کے اختیار میں ہے۔ میرا سب سے بڑھ کر خیر خواہ اللہ ہے، اگر وہ میرے ساتھ ہو تو میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس لیے کہ وہی قوت اور طاقت کا سرچشمہ ہے۔

یہی توکل و اعتماد کا امتحان تھا، جس میں نائن الیون کے بعد بحیثیت قوم ہم ناکام ہو گئے۔ ہم نے امریکہ کی ایک دھمکی پر گھٹنے ٹیک دیئے اور اپنے پڑوس میں نوخیز اسلامی ریاست میں اسلامی نظام کے خاتمے میں صلیبی جنگی ٹولے کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا، اور اُس کے فرنٹ لائن اتحادی بنے۔ امریکہ اپنے ورلڈ آرڈر کی راہ میں اسلامی نظام کو اصل اور حقیقی خطرہ سمجھتا ہے، لہٰذا اسلام کے احیاء کے ہر امکان کو ختم کرنا اور ہر کوشش کو ناکام بنا دینا چاہتا ہے۔ ہم نے امریکہ کا ساتھ اس لیے دیا کہ ہمیں اللہ پر توکل و اعتماد نہ تھا، ہمارا سارا بھروسا اللہ کی بجائے امریکہ کی طاقت پر تھا۔ ہم اللہ کی بجائے امریکہ سے خوفزدہ ہو گئے۔ پوری قوم نے بحیثیت مجموعی امریکہ کا ساتھ دینے کے اِس فیصلہ کی اس بنیاد پر حمایت کی کہ امریکہ بڑی طاقت ہے۔ اگرچہ ایٹمی ہتھیار اور میزائل ٹیکنالوجی ہمارے پاس بھی ہے، مگر امریکہ کے پاس یہ ہم سے کہیں بڑھ کر ہے، لہٰذا ہم اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس مجرمانہ فیصلہ کے بعد ہم نے امریکہ سے ہر طرح کا تعاون کیا، یہاں تک کہ اُس کی جنگ میں اپنی فوج کو بھی جھونک دیا اور اپنے لوگوں کے خلاف فوجی آپریشن کیے۔ یہ نہ سوچا کہ کل تک جو لوگ روس کے خلاف لڑ رہے تھے اور جنہیں امریکہ ''مجاہد'' کہتا تھا، آج وہی لوگ امریکی طاغوت سے جہاد کے لیے میدان میں آئے تو امریکہ کی نگاہ میں ''دہشت گرد'' ٹھہرے ہیں۔ اقبال نے کہا تھا ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

اللہ پر توکل نہ کرنے اور اسلامی حکومت کے خاتمے میں مجرمانہ تعاون کا خمیازہ ہے جو آج ہم مختلف بحرانوں کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ ہماری بزدلانہ روش کے برعکس جن طالبانِ افغانستان نے اللہ کے سہارے امریکہ کے سامنے مزاحمت کا فیصلہ کیا، اور اپنی تمام تر بے سروسامانی کے باوجود آٹھ نو سال سے امریکہ کے سامنے ڈٹے رہے، اِس کا صلہ ہے کہ اب فتح و کامرانی اُن کے دروازوں پر دستک دے رہی ہے۔ صلیبی وصیہونی جنونی ٹولہ طالبان کی شاندار مزاحمت اور بے مثال سرفروشی کے ہاتھوں شکست خوردہ ہو کر بھاگنے کی تیار کر رہا ہے۔ بلاشبہ یہ سب کچھ اُن کے توکل علی اللہ اور حق کے لیے سرفروشی کے جذبے کی بنا پر ہوا ہے۔ طالبان نے امریکہ کو نہیں اللہ کو سب سے بڑا مانا ہے۔ انہوں نے فی الواقع ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا، ''امریکہ اکبر'' نہیں کہا۔ ایمان تو ہمارا بھی ''اللہ اکبر'' پر ہے، مگر ہمارا طرزِ عمل ''امریکہ اکبر'' کی گواہی دیتا ہے۔ ہمارے اندر وہ توکل علی اللہ کہاں، جس کا مظاہرہ عظیم مجاہدین نے کیا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور ، مجاہد کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اِسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے ، شاہیں کا جہاں اور

اہل ایمان کی یہ باطنی کیفیات کہ آیات الٰہی سن کر اُن کے دل لرز اُٹھتے ہیں، اُن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اور اُن کا توکل صرف اللہ پر ہوتا ہے، ہر شخص اس بارے میں اپنا مشاہدہ خود ہی کر سکتا ہے۔

آگے فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۳ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۴﴾

(اور) وہ جو نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، یہی سچے مومن ہیں۔ اور ان کے لئے پروردگار کے ہاں (بڑے بڑے) درجے اور بخشش اور عزت کی روزی ہے۔''

اللہ کے ذکر سے لرزنے اور اللہ پر توکل کرنے کے علاوہ مومنین کی ایک بنیادی صفت یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اُس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ فرمایا، یہی وہ صفات ہیں جن کے حاملین فی الواقع مومن ہیں، یہی لوگ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں۔ محض زبان سے بڑا مومن ہونے کا دعویٰ مسموع نہیں ہوتا، جیسے کہ پرویز مشرف کہا کرتا تھا۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے جنت، مغفرت اور باعزت روزی ہے جو انہیں اللہ عطا فرمائے گا۔

سورۃ الانفال کے پہلے رکوع کی متذکرہ آیات میں بندۂ مومن کی باطنی کیفیات کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اہل ایمان کی شخصیت کا ظاہری رُخ کیا ہے؟ یہ اس سورۃ (انفال) کی آخری آیات میں بیان ہوا ہے۔ فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۷۴﴾ (الانفال)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے، اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لئے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔''

سچے اہل ایمان وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کو اپنے دلوں میں جاگزیں کیا، اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ اُنہوں نے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کیا۔ راہ خدا میں اپنے مال بھی لگائے اور اپنی جانوں کے نذرانے بھی پیش کیے اور مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین کو اپنے ہاں پناہ دی، اور اُن کی ہر طرح سے مدد کی۔ یہی لوگ درحقیقت مومن ہیں۔ یہی سچے اور پکے مسلمان ہیں۔

قرآنی تعلیمات سے بندۂ مومن کی جو تصویر سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ اُس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار ہوتی ہے۔ اگر ہم بھی سچے مومنوں کی جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہیں (اللہ ہمیں اُن میں شامل کرے۔ آمین) تو ہمیں اسی کردار کو اپنانا ہوگا۔ قرآن کتاب ہدایت کے نور سے خود اپنے قلب کو بھی منور کرنا اور اس کی ہدایت کو حرز جان بنانا ہوگا اور پھر اس کے پیغام کو نوع انسانی تک بھی پہنچانا ہوگا۔ ہمیں اللہ کے دین کے غلبے کے لیے سر دھڑ کی بازی بھی لگانی پڑے گی۔ تاکہ دنیا دین حق کی روشنی سے منور ہو اور نظام عدل کا بچشم سر مشاہدہ کر سکے، اور پھر وہ وقت آئے کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہی خطوط پر محنت کی، دعوت و جہاد کا پرچم بلند کیا تو دنیا کو اسلام کے بابرکت نظام کی روشنی سے منور کر گئے، جس سے لوگ متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔ اب پھر وہی محنت درکار ہے ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مخلص سچے بندوں کے اوصاف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

روزہ کے آداب وشرائط

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

جس کام کو آداب و شرائط کے مطابق کیا جائے اُس سے مطلوبہ نتائج کے حصول کی اُمید رکھی جاسکتی ہے۔ بصورت دیگر مقصد حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اکثر اوقات تو فائدے کی بجائے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ جو ملازم شرائط ملازمت نظر انداز کرتا ہے اُس کی ترقی روک دی جاتی ہے یا پھر ملازمت ہی سے فارغ کر دیا جاتا ہے۔ اگر وقتی طور پر وہ سزا سے بچ بھی جائے تو اُس کو تنخواہ کے طور پر جو رقم ملتی ہے وہ اس کے لیے جائز نہیں۔ یہ اصول ہر جگہ کارفرما ہے۔ نماز کو ہی لیجیے، رکوع اور سجود، قیام اور قعدہ نماز کے ارکان ہیں۔ ان میں سے کسی رکن کے چھوڑ دینے سے نماز نہیں ہوتی بلکہ ارکان کی ادائیگی میں ترتیب ملحوظ نہ رکھی جائے تو بھی نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح نماز کو بے دلی، غفلت اور تساہل سے ادا کرنا بھی نماز کی اہمیت سے بے خبری کی علامت ہے۔

رمضان کے شب و روز بڑے مقدس اور مبارک ہیں۔ اس مہینہ کے روزے فرض کیے گئے ہیں اور رات اور دن کی عبادت میں بہت بڑا اجر و ثواب رکھا گیا ہے۔ روزے کی خصوصی فضیلت ملاحظہ ہو کہ حدیث قدسی میں اللہ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے“۔ (بخاری و مسلم)۔ گویا روزہ گناہوں کی معافی کا سبب ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ ہر کام کے کچھ آداب و شرائط ہوتے ہیں جو اس کام کے صحیح نتائج حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ اسی طرح روزہ کی عبادت بھی اُسی وقت بابرکت اور نتیجہ خیز ثابت ہوگی جب اُسے پورے آداب و شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے گا، ورنہ روزہ محض بھوک اور پیاس کی تکلیف برداشت کرنا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو اُن کے روزے سے سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے رات کی عبادت کرنے والے ایسے ہیں کہ اُنہیں رات کو جاگنے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ (دارمی) گویا ایسے لوگ روزے اور قیام اللیل کے ثواب سے سراسر محروم رہتے ہیں اور اُن کی مشقت بے نتیجہ رہتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صیام و قیام کو آداب و شرائط کے ساتھ ادا کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ نتائج خیر کے بغیر صرف مشقت اُٹھانا تو محض کارعبث ہے جو کسی باشعور انسان کے شایانِ شان نہیں۔

پس روزہ دار کو چاہیے کہ رمضان سے قبل روزے کے آداب و شرائط سے آگاہی حاصل کرلے، تاکہ اُسے معلوم ہو جائے کہ اُسے روزے کس انداز سے گزارنے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھا اُس کے سابقہ گناہ بخش دیے گئے۔ روزے کی یہ برکت حاصل کرنے کے لیے ایمان اور احتساب کی شرائط بتائی گئی ہیں۔ روزہ تو اہل ایمان رکھتے ہیں، پھر یہاں ایمان کی شرط کا ذکر کیوں کیا گیا۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے قرآن مقدس کی آیت ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا ......﴾ ”اے اہل ایمان، ایمان لاؤ“ پر غور کرنا ہوگا۔ گویا ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے ایمان کا جائزہ لیتا رہے کہ اللہ اور رسول کی طرف سے دی گئی بشارتوں اور وعیدوں پر اُسے پورا پورا یقین حاصل ہے یا نہیں۔ اور اس یقین کا ٹیسٹ یہ ہے کہ وہ برائیوں کے بُرے انجام کے پیش نظر اُن سے بچتا رہے اور بھلائیوں پر ثواب کی بشارت اُسے نیک کام کرنے پر آمادہ کرے۔ یعنی ایسے شخص کی زندگی میں تقویٰ نمایاں ہو۔ قرآن مجید میں بھی روزے کا مقصد حصول تقویٰ ہی ہے۔ مندرجہ بالا حدیث میں دوسری شرط احتساب کی ہے۔ یعنی روزے کی حالت میں روزہ دار ہر وقت اپنا محاسبہ کرتا رہے کہ اس سے کسی ایسے عمل کا صدور نہ ہو جائے جو منکرات و معصیت کے ضمن میں آتا ہو۔ گویا روزہ پوری پرہیزگاری کے ساتھ انجام پائے اور افطاری کے وقت روزہ دار کو اطمینان ہو کہ دوران روزہ اُس سے کسی معصیت کا ارتکاب نہیں ہوا۔ رمضان کے مہینے کو ٹریننگ کا مہینہ اسی لیے کہا گیا ہے کہ گناہ کے کاموں سے اگر اس ماہ میں شعوری طور پر اجتناب کیا جائے گا تو یہ اجتناب عادت ثانیہ بن کر روزہ دار کو رمضان کے بعد بھی گناہ کے کاموں سے دور رکھے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو (روزہ دار) جھوٹ بولنا اور برا کام کرنا نہ چھوڑے، پس اللہ کو اس کی ضرورت نہیں کہ کوئی اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“ (بخاری)

دیکھیے، گرمی کے شدید موسم میں پندرہ سولہ گھنٹے کی بھوک اور پیاس برداشت کرنا کوئی آسان کام نہیں اور اگر اس مشقت کے بدلے میں کوئی اجر نہیں تو کیا فائدہ ہوا۔ روزہ اتنا اونچے درجے کا عمل اور یہ بے احتیاطی کی نذر ہو گیا، افسوس صد افسوس۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں کامل اور نتیجہ خیز روزہ وہ ہوگا جس میں آداب و شرائط کو ملحوظ رکھا جائے۔ ویسے تو ہر برائی سے پرہیز ضروری ہے، تاہم ذیل کی چند احتیاطیں پیش نظر رہیں تو فائدہ ہوگا۔

1۔ روزے دار وقت ضائع کرنے سے بچنے کی کوشش کرے، کسی ایسی محفل میں نہ بیٹھے جہاں فضول گوئی اور بے ہودہ باتیں ہو رہی ہوں۔

2۔ غیبت بہت بڑا گناہ ہے۔ معمولی سی بے دھیانی ہو جائے تو آدمی اس کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ روزہ دار پختہ ارادہ کرلے کہ روزہ کے دوران کسی غیر حاضر شخص کے بارے میں بُری بات زبان سے نہیں نکالے گا۔ اگر انسان نے اس بات پر قابو پالیا تو یوں سمجھئے کہ وہ نصف سے زیادہ آداب پر کاربند ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

3۔ روزہ دار پختہ ارادہ کرے کہ غصے میں نہیں آنا۔ کیونکہ غصے میں آدمی واہی تباہی بک دیتا ہے، زبان سے غلیظ الفاظ نکال دیتا ہے۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی روزہ دار کے ساتھ کوئی شخص الجھ پڑے تو وہ ضبط نفس کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف اتنا کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ روزہ دار کا یہ کہنا اور اپنی ذات پر کنٹرول کرنا صرف اللہ کی رضا کے لیے ہوگا تو اس کا اجر و ثواب بھی بے حساب ہوگا۔

4۔ روزے کے دوران معاشی جدوجہد میں بھی اپنے روزے کی سلامتی کی خاطر ہر طرح کے دھوکے

فریب اور ناجائز ذرائع سے بچتا رہے۔

5۔ روزے کی حالت میں اپنے اوقات کا خاصہ حصہ تلاوت قرآن کے لیے مختص کرے۔ رمضان مبارک کے دوران زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھ کر ختم کرنے کی عادت چھوڑ کر قرآن فہمی کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت نکالے اور ہر روز جتنا بھی ہو سکے ترجمے اور تفسیر کے ساتھ پڑھے تا کہ کسی حد تک قرآن فہمی کا حق ادا ہو سکے۔

6۔ ٹیلی ویژن کے بیہودہ پروگراموں سے قطعی دور رہے۔ یہ بڑی معصیت کا کام ہے، اور شیطان کا پسندیدہ ہتھیار ہے۔ روزہ دار کے شایانِ شان نہیں کہ وہ روزے کی حالت میں ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھا نیم عریاں تصاویر دیکھے یا میچ دیکھنے میں وقت ضائع کرے۔

7۔ زیادہ سے زیادہ وقت مسجد میں گزارے جہاں پاکیزہ ماحول میں نہ تو کوئی گناہ کا کام کرنے کا امکان ہوگا اور نہ تضیع اوقات کا کوئی سوال۔ اور وہاں تسبیح و تہلیل میں مصروف رہے۔

الغرض گناہ کے کاموں سے شعوری طور پر دور رہ کر جو روزہ رکھا جائے وہ یقیناً بخشش کا باعث ہوگا۔ ہر روزہ دار افطاری کے وقت انصاف کے ساتھ اپنا جائزہ لے کہ اُس کا دن کیسا گزرا اور وہ معصیت کے کاموں سے کس حد تک بچ سکا۔ اگر اُس نے دیکھا کہ اُس نے روزہ پورے آداب و شرائط کے ساتھ مکمل کیا ہے تو وہ خوش نصیب ہے۔

دُعائے مغفرت کی اپیل

- انجمن خدام القرآن سندھ کراچی کے سابق صدر زین العابدین (مرحوم) کے بہنوئی نسیم آفتاب وفات پاگئے
- حلقہ کراچی جنوبی کی تنظیم قرآن اکیڈمی کے رفیق میجر (ر) عامر خٹک مارگلہ کے ہوائی حادثے میں شہید ہوگئے
- رفیق تنظیم عارف سبحان کے بھائی طارق سبحان خالقِ حقیقی سے جاملے
- تنظیم اسلامی نوشہرہ کے مبتدی رفیق محمد سعید قریشی کے ماموں حالیہ سیلاب میں ڈوب کر انتقال کر گئے

قارئین و رفقائے تنظیم سے مرحومین کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَسِیْرًا

پریس ریلیز: 16 اگست 2010ء

آسمانی آفات اور باہمی قتل و غارت کی صورت میں ہم پر اللہ کا عذاب مسلط ہو چکا ہے

رمضان کے بابرکت مہینے میں پوری قوم اللہ سے معافی مانگے اور اسلام پر چلنے کا عہد کرے

اگر ہم نے اپنا رخ واشنگٹن اور یورپ سے تبدیل کر کے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف نہ کیا تو پھر انجام بدنوشتہ دیوار ہے

حافظ عاکف سعید

پاکستان کو اپنے نام نہاد اتحادیوں سے ہی جوتے پڑ رہے ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ڈیوڈ کیمرون نے بھارت میں پاکستان کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں نے یہ تازیانہ بھی خوشی سے سہہ لیا ہے اور وہ اپنے رُخ کو تبدیل کرنے کے لیے قطعی طور پر تیار نہیں۔ اُنہوں نے کہا آسمانی آفات اور باہمی قتل و غارت اللہ کا عذاب بن کر ہم پر مسلط ہو چکا ہے۔ ماہِ رمضان کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ رحمتوں کا یہ مہینہ نیکیوں کے موسم بہار کی حیثیت رکھتا ہے اُنہوں نے کہا کہ ہمارے لیے موقع ہے کہ اس بابرکت ماہ میں اپنے گناہوں کی اللہ سے معافی طلب کریں، اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں ملک میں اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کریں تا کہ بھوک اور خوف کا عذاب ہم سے ٹل جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر ہم نے اپنا رُخ واشنگٹن اور یورپ سے تبدیل کر کے اللہ اور رسول کی طرف نہ کیا تو پھر انجام بدنوشتہ دیوار ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے

اسلامی تحریک سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے نادر موقع

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں

اعتکاف کورس

آغاز ان شاء اللہ 20 رمضان المبارک سے

بمقام مسجد فاطمہ، مرکز تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر حشمت کالونی ہارون آباد

نوٹ: 15 رمضان المبارک سے پہلے رابطہ کر کے مطلع فرمائیں، اور مزید معلومات حاصل کریں

برائے رابطہ **محمد منیر احمد** امیر حلقہ 0333-6314487

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب وسطی کے زیر اہتمام جھنگ میں

حرمتِ رسول ﷺ سیمینار

جس سے دینی جماعتوں کے مقامی رہنماؤں نے خطاب کیا

رپورٹ: عبدالمجید کھوکھر

عالمی سطح پر توہین رسالت ﷺ اور فیس بک پر گستاخانہ خاکوں کے خلاف رائے عامہ تک موثر آواز پہنچانے کے لیے تنظیم اسلامی حلقہ وسطی پنجاب نے اس تلخ اور حساس موضوع پر ''حرمت رسول ﷺ سیمینار'' کا انعقاد 7 جولائی 5 بجے شام قرآن اکیڈمی جھنگ صدر میں کیا۔ حافظ محمد عمران کی پُر اثر تلاوت کلام پاک اور محمد ذیشان کی نعت رسول مقبول ﷺ سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ جمعیت علماء پاکستان جھنگ کے صدر مولانا محمد انور چیمہ قادری نے حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت و مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپؐ نے بعثت سے قبل عین جوانی میں نہی عن المنکر کی جماعت (حلف الفضول) قائم کی۔ انہوں نے کہا کہ غور طلب بات یہ ہے کہ آج یہ وقت کیوں دیکھنا پڑ رہا ہے کہ اسلام کے نام پر قائم وطن میں بھی نبی کریم ﷺ کی عزمت و حرمت محفوظ نہیں ہے۔ صرف نظام مصطفیٰ ﷺ ہمارے تمام تر جزوی اور کلی مسائل کا حل پیش کرتا ہے، جس کے لیے ہمیں کمر بستہ ہو جانا چاہیے اور اپنے اختلافات کو ختم کرنا چاہیے۔

جماعت اسلامی کے رہنما اور غزالی ایجوکیشن سسٹم کے ڈائریکٹر گوہر صدیقی نے کہا اسلام دشمن عناصر نے چال چلی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے رحمتِ عالم ﷺ کی عظمت و احترام ختم کیا جائے۔ یہود و نصاریٰ کی اس سازش پر جتنا احتجاج کیا جائے کم ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں پہلے درجے میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا ہار اپنے گلے میں ڈالنا چاہیے اور دوسرے درجے میں امریکہ کی غلامی سے انکار کرتے ہوئے کلمہ کے نام پر قائم اس ملک میں محمد رسول اللہ ﷺ کا نظام نافذ کرنے کی جدوجہد تیز کر دینی چاہیے۔

دارالاحسان مرکز جھنگ کے انچارج مشہور دانشور اور صحافی محمد صدیق صادق نے کہا کہ گستاخانہ خاکوں اور دیگر عالمی سازشوں کے باوجود الحمدللہ اسلام کی قبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ نائن الیون اور سیون سیون کے بعد اسلام اور قرآن کا مطالعہ کرنے والے غیر مسلموں کے قبولِ اسلام سے اس شر سے خیر کثیر کی بھی امید ہے اور غلبۂ اسلام کی نوید دکھائی دیتی ہے۔ ہمیں ایسے واقعات کا مؤثر جواب دیتے ہوئے اپنی جدوجہد کو جاری رکھنا چاہیے اور اپنی کاوشوں کو حالات کے تقاضوں کے مطابق مؤثر بنانا چاہیے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے رہنما محمد زاہد سعید بھٹہ ایڈووکیٹ نے کہا کہ ہمیں ایسی تمام اشیاء کا بائیکاٹ کرنا چاہیے جو گستاخ ممالک سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھتی ہیں۔ انہوں نے وکلاء برادری کے گستاخانہ خاکوں کے خلاف مثالی کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم قانونی ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے چیف جسٹس کے اس فیصلے کے مطابق کہ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی ہر گستاخِ رسول ﷺ کے خلاف 295-C کا مقدمہ دائر کر سکتا ہے، یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ایسے گستاخ کو انٹرپول کے ذریعے سزا دلوائی جائے۔ انہوں نے انجینئر مختار فاروقی کو جھنگ میں پڑھے لکھے طبقے میں حرمت رسول ﷺ کے تحفظ کی صدا کو موثر انداز میں لگانے اور اس بارے میں ہر ممکن تعاون کرنے پر خراجِ تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ وکلاء کی تحریک عدلیہ کی بحالی کے دنیاوی مقاصد کے لیے تھی اور ہماری تحریک اُخروی مقاصد کے لیے پُرامن احتجاج پر ہوگی۔ اس پر سوچنے اور عملی قدم اُٹھانے والوں کو ہزاروں درجے عبادت کا اجر ملے گا۔

ماہر تعلیم اور شعبۂ اسلامیات کے صدر پروفیسر عبدالعزیز سلیانہ نے کہا کہ اِس وقت دنیا میں مسلمان ڈیڑھ ارب کی تعداد میں ہیں۔ مگر ہماری پستی اور زبوں حالی ہے کہ اتنی تعداد کے باوجود ہمیں اتنی جرأت نہیں ہو سکی کہ فیس بک اور گستاخانہ خاکوں کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی کر سکیں۔ اگر ہم حرمت رسول ﷺ کے لیے اپنا حصہ ڈالنا چاہتے ہیں تو ملٹی نیشنل کمپنیوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ ہم مشروبات اور ضروریات زندگی میں دیگر پاکستانی اشیاء استعمال کریں۔ ہمیں اپنی سوئی ہوئی غیرت کو جگانا ہے اور اپنی ایمانی قوت کو مضبوط بنانا ہے، اگر ہم آپ ﷺ کی شفاعت کے حقدار بننا چاہتے ہیں۔

تنظیم الاخوان اویسیہ کے رائے اعجاز بھٹی ایڈووکیٹ نے کہا کہ اس دور کا سب سے بڑا حرام 'سود' ہے جو ہمیں بے غیرت اور بے حس کر رہا ہے۔ ہمیں اس حرام خوری اور بے حیائی سے دور رہنا چاہیے۔ یہود نے یہ حرکت کر کے مسلمانوں کو جگا دیا ہے۔ آج ایک بار پھر ترکی کے نوجوانوں میں اسلامی بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اِس دور کا خیبر اسرائیل ہے اور شرک کا گڑھ بھارت۔ اگر اِن دونوں کو فتح کرنا ہے تو ہمارا واحد ایجنڈا احیائے خلافت ہونا چاہیے۔ ہم غزوۂ ہند کے لیے خود کو تیار کریں۔ ہماری بے حسی سے دشمن فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ انہوں نے امریکہ کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے بارے صیہونی سازشوں کا ذکر بھی کیا۔

آخر میں امیر حلقہ پنجاب وسطی تنظیم اسلامی اور صدر انجمن خدام القرآن جھنگ انجینئر مختار حسین فاروقی نے سیمینار کی تمام تقاریر کا حاصل پیش کیا کہ نفاذ اسلام ہی توہین رسالت ﷺ اور توہین قرآن جیسی گھناؤنی جسارتوں کا مستقل سد باب کا راستہ ہے۔ جس کی ابتدا ہمیں اپنے گھر، ادارہ، برادری، شہر سے کرنی چاہیے۔ محض نعروں، مظاہروں، توڑ پھوڑ سے مسائل کا حل ممکن نہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ گستاخانِ رسول ﷺ کو واقعتاً سزا ملے تو ہمیں ایسی فضا پیدا کرنی چاہیے جس سے ایک بار پھر غازی علم الدین اور غازی عامر چیمہ پیدا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہم جلد ہی اس سلسلہ میں مؤثر طبقہ میں حرمت رسول ﷺ کو مزید احسن انداز میں پیش کرنے کے لیے اجلاس بلا کر پیش رفت کریں گے۔ اس سلسلہ میں شرکاء سے تعاون کی اپیل ہے۔ اس موقع پر امیر حلقہ کا ایک مضمون ''دھن...... توہین رسالت ﷺ، کرنے کا اصل کام'' بھی تقسیم کیا گیا۔

سیمینار کے اختتام پر نماز مغرب ادا کی گئی اور احباب و رفقاء کی مشروب سے تواضع کی گئی۔

☆ ڈاکٹر صاحب گھر کی اصلاح پر بہت زور دیتے تھے، وہ کہا کرتے تھے کہ ملک پر اسلام نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم پہلے اپنی ذات پر اور اپنے گھر میں اسلام نافذ کریں

☆ گھر میں لڑائی جھگڑے کرنے یا بڑھانے میں عورت کا ہاتھ ہوتا ہے، وہ چاہے تو اپنے حسن سلوک سے گھر کو جنت بنا سکتی ہے

☆ ڈاکٹر صاحب کو جماعت اسلامی چھوڑنے پر صدمہ تو ہوا تھا کہ جماعت کس رُخ پر چلی گئی، مگر پچھتاوا کبھی نہیں ہوا

☆ ضروری نہیں کہ خلافت ہمارے ہی ہاتھوں آئے۔ ہم تو بیج ڈالنے والے ہیں، ہاں یہ یقین ہے کہ فصل کبھی تو برگ وبار لائے گی

☆ ڈاکٹر صاحب کی دین کے لیے سچی تڑپ میرے لیے بے حد خوشی کا باعث تھی

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کے نظام العمل کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ

عورت کا اصل مقام گھر ہے، لہٰذا وہ گھر میں تبلیغ کرے

انٹرویو: فرزانہ چیمہ

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کی ناظمہ بیگم ڈاکٹر اسرار احمد (مرحوم) سے ایک ایمان افروز ملاقات

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی وفات کے بعد ماہنامہ ''خواتین میگزین'' کی نمائندہ فرزانہ چیمہ نے اپنے رسالہ کے لیے ناظمہ تنظیم اسلامی کا خصوصی انٹرویو کیا، جو خواتین میگزین کے جون کے شمارہ میں شائع ہوا۔ اب اس انٹرویو کو ضروری حک واضافہ کے بعد ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

14 اپریل 2010ء کو ڈاکٹر اسرار احمد اپنی حیات مستعار گزار کر نہایت سکون سے اگلے جہان کو چل دیئے۔ ماہ وسال کے حساب سے انہوں نے 78 برس عمر پائی۔ وہ ایک متحرک داعی اور مبلغ کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ میڈیکل کی تعلیم پانے کے باوجود انہوں نے میڈیکل پریکٹس پر عوام الناس کے روحانی علاج کو ترجیح دی اور ہمہ وقت قرآن سیکھنے اور سکھانے میں مصروف ہوگئے، اور یوں حدیث نبویؐ ((خیر کم من تعلم القرآن و علمه)) کے مصداق بہترین لوگوں میں سے ٹھہرے۔ ڈاکٹر صاحب کے انتقال پر قومی روزناموں اور دینی جرائد میں ہر جگہ تعزیتی بیانات اور مضامین شائع ہوئے ہیں، جن میں ان کی دینی خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مگر یہ سب مضامین ان کے بیرون خانہ زندگی کے عکاس ہیں۔ ہم نے اندرون خانہ ان کی زندگی کی جھلک جاننے کے لیے ان کی اہلیہ محترمہ سے ایک خصوصی نشست رکھی، جس میں ان کی صاحبزادیاں اور دو بہوئیں بھی وقفے وقفے سے شامل ہوتی رہیں۔ میری یہ اس خاندان سے باقاعدہ پہلی ملاقات تھی، اگرچہ تعزیت کے لیے اس سے پہلے بھی میں دو مرتبہ حاضر ہوئی تھی۔ محترمہ کا اخلاق، ان کا سادہ طرز زندگی، ان کی دین سے گہری محبت، یہ سب کچھ کسی طور پر یہ ثابت نہیں کر رہا تھا کہ ہماری یہ آپس میں پہلی ملاقات ہے۔ سچ ہے کہ مومن تو آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہوتے ہیں۔ قارئین وقاریات کے لیے اس نشست کی تفصیل اس توقع کے ساتھ پیش کی جارہی ہے کہ وہ اس میں سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق راہ عمل کے لیے موتی چنیں گے اور یوں اس میں سے کچھ اجر اس قلمی کاوش کار کو بھی مل جائے گا، ان شاء اللہ العزیز۔

یہ 12 مئی کی ایک تپتی دوپہر تھی۔ اچانک مہمان آجانے کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب مرحوم کی اہلیہ کے ہاں میں طے شدہ وقت سے کوئی آدھ گھنٹہ تاخیر سے پہنچی تھی۔ میرے لہجے میں معذرت جبکہ اُدھر شفقت تھی۔ اُنہوں نے انتظار میں بیٹھنے کا تاثر تک نہ دیا بلکہ خود جاکر خوبانی کا مزے دار ملک شیک لے کر آئیں اور یوں ہمیں شرمندگی اور گرمی دونوں سے بخوبی بچالیا۔ پھر سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

س: آپا جان! سب سے پہلے تو آپ کا تعارف چاہوں گی۔ ڈاکٹر صاحب کی رفاقت کے لیے رب کریم نے کسی معمولی لڑکی کو تو نہیں چنا ہوگا۔

ج: میرا نام طاہرہ ہے۔ میں اپنے ننھیال دھاریوال ضلع گورداس پور میں پیدا ہوئی۔ میرے والد بھی اسی شہر کے سول ہسپتال میں ملازم تھے۔ یوں قیام پاکستان تک میرا بچپن وہیں گزرا۔ میرے دو بڑے بھائی تھے، پھر تیسرے نمبر پر میں تھی۔ پاکستان بننے کے بعد ہم لوگ منٹگمری آکر قیام پذیر ہوگئے جو آج کا ساہیوال ہے۔

س: ڈاکٹر صاحب کے ابتدائی حالات زندگی کے بارے میں بتائیں کہ انہوں نے کہاں کہاں تعلیم حاصل کی؟

ج: ڈاکٹر صاحب کے بارے میں تو اتنا کچھ شائع ہوچکا ہے...... تو قارئین، چلیے میں وہیں سے لے لیتی ہوں۔ ڈاکٹر صاحب 24 اپریل 1932ء کو ضلع حصار، ہریانہ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ

ان سے پہلے ان کے دو بھائی جن کا نام والدین نے اسرار رکھا، یکے بعد دیگرے کم سنی ہی میں وفات پا گئے۔ اب اس تیسرے بیٹے کا نام پھر اسرار احمد ہی رکھا گیا، نہ جانے اس میں قدرت کے کیا اسرار تھے؟

میٹرک حصار سے کیا اور مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ضلعی جنرل سیکرٹری رہے۔ اور ہاں، میٹرک کے امتحان میں پنجاب یونیورسٹی میں مجموعی طور پر چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ اس زمانے میں میٹرک کا امتحان پنجاب یونیورسٹی لیا کرتی تھی۔ پاکستان ہجرت کرتے ہوئے بیس دل پیدل چلتے ہوئے چھپتے چھپاتے پاک سرزمین پہ قدم رکھا اور منٹگمری آباد ہو گئے۔ ایف ایس سی، گورنمنٹ کالج لاہور سے کی، جو آج کل یونیورسٹی بن چکی ہے۔ 1954ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کیا۔ اس دوران نہ صرف اسلامی جمعیت طلبہ میں شامل ہوئے بلکہ اپنی صلاحیتوں کی بدولت بہت جلد اُس کے ناظم اعلیٰ بنے۔ طالبعلمی کا دور ختم ہوتے ہی جماعت اسلامی میں شامل ہو گئے، مگر 1957ء میں جماعت کے انتخابی عمل سے اختلاف کرتے ہوئے اُسے خیر باد کہہ دیا۔ مگر اُنہوں نے انفرادی طور پر درس و تدریس کا عمل جاری رکھا۔ ساتھ ساتھ میڈیکل پریکٹس بھی کرتے رہے۔ 1965ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات گولڈ میڈل کے ساتھ کیا۔ اس کے ساتھ منٹگمری سے لاہور (کرشن نگر) میں رہائش اختیار کر لی اور کلینک کھول لیا۔ ڈاکٹر صاحب کے چار بھائی اور چار بہنیں تھیں۔ بھائیوں کے نام اظہار احمد، اقتدار احمد، وقار احمد اور ابصار احمد ہیں جبکہ بہنوں کے نام ہیں بلند اقبال، بلقیس جمال، قمر افضال اور خوش خصال۔

س: تحریک پاکستان کی یادیں تازہ کریں گی؟

ج: تب میری کوئی زیادہ عمر نہیں تھی، بس لوگوں کا پاکستان کے لیے جوش و جذبہ یاد ہے، پھر بڑی مشکلات سے گزر کر ہجرت کرنا اور یہاں کے لوگوں کا مہاجرین کا استقبال کرنا یاد ہے۔ لوگ اپنے نئے آنے والے مسلمان بھائیوں سے بے حد محبت سے پیش آتے تھے۔ میری امی جب پاکستان کی سرحد میں داخل ہوئیں تو روتے روتے سجدہ ریز ہو گئی تھیں۔ وہ بڑا رقت انگیز منظر تھا۔ میں نے ساہیوال آ کر مدرسہ بناتِ اسلام سے مولوی عالم اور مولوی فاضل کیا۔

س: ڈاکٹر صاحب کے ساتھ رفاقت کا سفر کب شروع ہوا۔ کیا وہ آپ کے رشتہ دار تھے؟

ج: رشتہ دار تو نہیں تھے۔ ہوا یوں کہ میں اپنے بچپن کے دینی رجحانات کی وجہ سے ساہیوال آ کر جماعت اسلامی کی رکن اور ناظمہ ساہیوال فردوسی بیگم کے قریب ہو گئی۔ ان کی بیٹیاں میری سہیلیاں تھیں۔ ان کے ہاں ہمارا آنا جانا رہتا تھا۔ میں بھی جماعت میں تھی۔ فردوسی بیگم نہایت دین دار اور فہمیدہ و سنجیدہ خاتون تھیں۔ میرے ساتھ خاص محبت سے پیش آتیں۔ پھر ایک دن انہوں نے اپنے چھوٹے بیٹے ڈاکٹر اسرار احمد کے لیے میرا، جبکہ اپنے بڑے بیٹے اظہار احمد کے لیے میری خالہ کا رشتہ مانگ لیا۔ خالہ مجھ سے بڑی تھیں۔ یاد رہے کہ ان دونوں بیٹوں کے رشتے اپنے خاندان میں طے تھے، مگر فردوسی بیگم نے ان لڑکیوں کی ''روشن خیالی'' کے سبب یہ رشتے ختم کر دیئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ میں دین سے محبت کرنے والی باعمل لڑکیاں لا کر آنے والی نسلوں کو محفوظ رکھنا چاہتی ہوں، انہیں بے دین نہیں بنانا چاہتی۔ یوں مجھے ڈاکٹر صاحب کی رفاقت میسر آئی۔

س: شادی کی تقریب کیسے انجام پائی؟ بری، جہیز، رسمیں کیا کچھ ہوا؟ کون سے لباس پہنا؟ حق مہر کتنا تھا؟

ج: (مسکراتے ہوئے) اتنی تفصیل جان کر کیا کریں گی۔ اب تو کچھ ایسا یاد بھی نہیں۔ 26 فروری 1955ء کو ہم رشتۂ نکاح میں منسلک ہوئے۔ نہایت سادگی سے سب کچھ انجام پا گیا۔ بری، جہیز تھوڑا بہت تھا۔ رسمیں؟...... سلامیاں دی گئی تھیں، دراصل اس وقت دین کا وہ شعور نہیں تھا جو بعد میں اللہ تعالیٰ نے دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اچکن ٹوپی پہنی تھی۔ میں نے ریشمی کپڑے پہنے تھے، غالباً سرخ رنگ کے۔ ولیمہ میں سبز مخمل کا سوٹ پہنا تھا، سُچے تلے کے کام والا۔ حق مہر ڈاکٹر صاحب نے غالباً پانچ ہزار روپے نقدی کی صورت میں دیا تھا۔

ولیمہ کے دن ڈاکٹر صاحب گھر سے غائب ہو گئے تھے۔ بعد میں خود ہی بتایا کہ اوکاڑہ میں اسلامی جمعیت طلبہ کا اجتماع تھا، وہاں چلا گیا تھا۔ وہاں پر موجود میرے کچھ دوستوں کو میرے نکاح کا پتہ تھا، انہوں نے یہ کہہ کر زبردستی مجھے بھیجا کہ میاں صاحبزادے، گھر میں تمہارا ولیمہ ہو رہا ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو؟ جاؤ بھاگو، گھر جاؤ۔ یوں میں رات گئے ساہیوال واپس پہنچا۔ رہ گئی بَری وغیرہ تو ڈاکٹر صاحب کی ڈگری ہی میری بَری تھی، ہاں تھوڑا سا زیور بھی تھا۔

س: آپ کو محسوس نہیں ہوا ایسی سادہ شادی؟ آج کل تو لڑکیاں نہ جانے کیا کیا ارمان سجائے بیٹھی ہوتی ہیں۔

ج: میری طبیعت ایسی تھی ہی نہیں، سادگی، تعلق باللہ، مطالعہ...... بس اسی قسم کے شوق اللہ نے عطا کئے تھے۔ میرے ایک چچا بہت عبادت گزار تھے۔ خود مجھے بحمد اللہ بچپن سے ہی عبادت کا شوق تھا۔ میری بڑی خواہش ہوا کرتی تھی کہ کاش میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکوں۔ اللہ سے تعلق رکھنے والے میرے پسندیدہ لوگ ہوتے تھے۔ ایک نابینا بزرگ میرے چچا صاحب کے پاس اکثر آیا کرتے۔ نہایت اللہ والے تھے۔ سجدے میں گڑگڑا کر روتے اور ہر وقت آہ و زاری کیا کرتے، شب بیداری کرتے، غرضیکہ عشق حقیقی میں ڈوبے رہتے۔ میں نے ایک دن دل ہی میں دل میں دعا کی کہ اگر میری شادی ہونی ہے تو اس نابینا بزرگ سے ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو جس انداز سے قبول کیا وہ اس کی رحمت ہے۔

س: ڈاکٹر صاحب نے آپ کو کوئی تحفہ دیا تھا؟

ج: جی ہاں! اُنہوں نے کلائی کی گھڑی پہلا تحفہ دیا تھا۔ وہ بہت عرصہ تک میرے استعمال میں رہی۔ اسی طرح میری ساس صاحبہ نے منگنی میں مجھے جو انگوٹھی پہنائی تھی، وہ اب میں نے عدت میں اتاری ہے، ورنہ مسلسل میں نے پہنے رکھی۔ جب کبھی کہیں سے گھسی یا خراب ہوئی، دوبارہ ٹھیک کروالی۔ یہاں ایک بات کی وضاحت کر دوں۔ شادی پر تحفہ، منگنی کی انگوٹھی وغیرہ یہ سب پہلے کی باتیں ہیں۔ جب احساس ہوا کہ یہ سب فضول باتیں ہیں، محض رسمیں ہیں تو پھر سب کچھ چھوڑ دیا۔ اپنے بچوں کی شادیوں پر منگنی، بری، جہیز غرض کوئی رسم بھی کبھی نہیں کی۔

س: ڈاکٹر صاحب کی سب سے اچھی عادت کون سی لگی تھی اور ناپسند کون سی تھی؟

ج: ڈاکٹر صاحب کی ساری ہی عادات مجھے پسند تھیں۔ وہ وقت کی بہت پابندی کرتے تھے۔ قرآن سے انہیں بہت زیادہ محبت تھی۔ غرض اُن کی سبھی عادات و اطوار بہت خوب تھیں۔ ناپسندیدگی والی کوئی بات میں نے نہیں دیکھی۔

ڈاکٹر صاحب نے شروع دن سے مجھے بتا دیا تھا کہ میرا یہ پروگرام ہے، دین کی سربلندی کے لیے مجھے کام کرنا ہے۔ اس راستے میں مشکلات بھی آئیں گی، رکاوٹیں بھی ہوں گی، خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لو کہ تم میرا ساتھ دو گی یا نہیں؟ ظاہر ہے، مجھے اِس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میں تو خود اسی راستے کی راہی تھی۔ میرا بھی یہی مشن تھا۔

س: ڈاکٹر صاحب آپ کی تعریف کرنے میں کنجوس تھے یا فراخ دل؟

ج: وہ ایک ذمہ دار شوہر تھے۔ تعریف کرنے میں کنجوس ہرگز نہیں تھے۔ غصے والے تھے لیکن خود کہا کرتے تھے کہ نہ جانے تم نے کیا کر دیا ہے کہ اب مجھے غصہ نہیں آتا۔ اُن میں موجود دین کی تڑپ میرے لیے بے حد خوشی کا باعث تھی۔ جس مشن کو لے کر وہ چل رہے تھے، اس کے سامنے باقی سب چیزیں ہیچ تھیں۔ میرا ساتھ دینے پر اور بچوں کی تربیت کے حوالے سے وہ اکثر میرے معترف رہتے تھے۔ ان کا غصہ ختم ہونے کا سبب یہ تھا کہ میں کبھی کوئی ایسا موقع آنے نہیں دیتی تھی۔ اصل میں گھر میں لڑائی جھگڑا کرنے کرانے میں یا بڑھانے میں عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ وہ چاہے تو اپنے حسن سلوک سے گھر کو جنت بنا سکتی ہے۔ میری ساس مجھ سے بہت خوش تھیں۔ چھوٹی موٹی بات کہاں نہیں ہو جاتی، مگر لڑکی میں برداشت اور بڑوں کا ادب ہو تو معاملہ نہیں بگڑتا۔ دونوں طرف اللہ کا ڈر ہو تو حالات قابو میں رہتے ہیں۔

س: دین کی طرف آپ کا رجحان ڈاکٹر صاحب کی وجہ سے ہوا یا آپ شروع ہی سے اس طرف تھیں؟

ج: (آپا جان کی بجائے ان کی بیٹی امۃ المعطی بولیں:) امی کا دینی ذوق تو بہت زیادہ اور بہت پہلے سے تھا بلکہ کئی دفعہ ابا جی کہا کرتے تھے، بھئی، تمہاری ماں تو مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔ امی ابھی تک ہماری تربیت پر کڑی نگاہ رکھتی ہیں، حالانکہ اب ہم سب اپنے اپنے گھروں والی ہو چکی ہیں۔

دوسری بیٹی ام الحی بولیں: اب امی کے سامنے کیا بتاؤں کہ ان میں کیا کیا خوبیاں ہیں۔ ان سے علیحدہ کبھی پوچھیں تو بات ہو۔ ہمارے ابا جی تو ہمہ وقت تبلیغ دین میں مصروف رہتے تھے، ساری گھریلو ذمہ داری ہماری امی ہی کے کندھوں پر تھی، جسے انہوں نے نہایت احسن انداز سے نبھایا۔

س: جب تک آپ لوگ جماعت اسلامی میں رہے، اسے کیسا پایا؟ حلقہ خواتین میں آپ کی پسندیدہ شخصیات کون سی تھیں؟

ج: جماعت اسلامی انہیں اب تک بھی پسند تھی، بس انتخابی سیاست کی وجہ سے الگ ہو گئے، ورنہ سارا مشن تو وہی ہے۔ مجھے حمیدہ بیگم کی شخصیت بہت پسند تھی۔ بس ایک دفعہ ہی دیکھا، درس دے رہی تھیں۔ ان کی سادگی، ان کا علم قابل رشک تھا۔ وہ بہت متاثر کرنے والی شخصیت تھیں۔ رخشندہ کوکب بھی ان کے ساتھ تھیں۔

س: جماعت اسلامی چھوڑنے پر کبھی پچھتاوا ہوا یا نہیں؟

ج: ڈاکٹر صاحب کو اس کا صدمہ تو بہت ہوا تھا کہ یہ کس رخ پر چلی گئی؟ مگر اپنے فیصلے پر پچھتاوا کبھی نہیں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب اپنے راستے پر مطمئن تھے۔

س: جماعت سے نکلنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اجتماعی حیثیت سے قرآن حکیم کے پیغام کی نشر و اشاعت اور اقامت دین کے لیے جو طریق کار اختیار کیا، اُس کے بارے میں کچھ بتائیے؟

ج: 1971ء میں ڈاکٹر صاحب عمرہ کرنے گئے۔ وہاں بیت اللہ میں یہ عزم کیا کہ آئندہ میری تمام تر صلاحیتیں صرف اور صرف پیغام قرآنی کی نشر و اشاعت اور غلبہ دین کی جدوجہد کے لیے وقف ہوں گی۔ دین کا کام تو وہ پہلے بھی کرتے تھے، مگر ساتھ کلینک بھی چلاتے تھے۔ عمرہ سے واپس آ کر سارا وقت دین کو دینے لگے اور کلینک بالکل ختم کر دیا بلکہ آتے ہی اسے تالا لگا دیا۔ اپنی زندگی اقامت دین کے لیے وقف کر دی۔ 1972ء میں انجمن خدام القرآن قائم کی، اس کے تین سال بعد 1975ء میں تنظیم اسلامی کے نام سے ایک اسلامی انقلابی جماعت قائم کی۔ ڈاکٹر صاحب گھر کی اصلاح کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ملک پر اسلام نافذ کرنے سے پہلے گھر پر اسلام نافذ کیا جائے۔ جب اپنی ذات اور گھر پر اسلام نافذ کرنے والے بہت سارے لوگ جمع ہو جائیں، تو وہ انقلاب لانے کے لیے میدان عمل میں نکل آئیں اور حکومت کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں، جیسے ایران میں ہوا۔ وہ کہتے تھے کہ اگر جماعت اسلامی اس منہج پر عمل پیرا ہوتی تو انقلاب برپا ہو سکتا تھا، مگر افسوس کہ وہ انتخابی راہوں میں الجھ کر رہ گئی۔

ہم تنظیم اسلامی والے تو مٹھی بھر لوگ ہیں۔ ضروری نہیں کہ ہمارے ہاتھوں ہی خلافت آئے۔ ہم تو بیج ڈالنے والے ہیں، ہاں یہ یقین ہے کہ فصل کبھی تو برگ و بار لائے گی۔ تنظیم میں خواتین کا شعبہ 1983 میں قائم ہوا۔ لاہور میں 6، 7 سو کے قریب ارکان ہیں جنہیں ہم رفیقہ کہتے ہیں۔ کراچی میں بھی لگ بھگ اتنی ہی رفیقات ہیں۔ اسی طرح دوسرے شہروں اور بیرون پاکستان بھی ہماری رفیقات ہیں۔ ہمارے نظام العمل کی بنیاد اس بات پر ہے کہ عورت کا دائرہ کار مردوں سے الگ ہے۔ عورت کا اصل مقام گھر ہے، لہٰذا وہ تبلیغ بھی اپنے گھر کرے۔ البتہ شادی شدہ عورت اپنے گھر، اولاد، محترم رشتے داروں اور ہمسائیوں وغیرہ کی خواتین میں بھی تبلیغ کر سکتی ہے۔

(جاری ہے)

ماہ رمضان المبارک 1431ھ کے دوران تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام

دورۂ ترجمہ قرآن اور خلاصہ مضامین قرآن کے پروگراموں کی فہرست

	مقام	مدرس
دورۂ ترجمہ قرآن	باصل لان سیکٹر 5B2 نزد 2 منٹ چورنگی، نارتھ کراچی	عامر خان
	گھانچی کمپلیکس، نزد سخی حسن چورنگی، نارتھ ناظم آباد	جمیل احمد خان
	پی آئی اے گارڈن نزد ایکسپو سنٹر، گلشن اقبال	شجاع الدین شیخ
	Bride & Groom میرج گارڈن، نزد ہارون رائل سٹی، بلاک 16، گلستان جوہر	محمد نعمان
	قرآن اکیڈمی یاسین آباد، بالمقابل شمیم گارڈن بلاک 9 فیڈرل بی ایریا، یاسین آباد	عثمان علی
خلاصہ مضامین قرآن	وائیٹ گولڈن لان نزد لاروش ریسٹورنٹ، ناظم آباد نمبر 4	طارق امیر پیرزادہ
	جامع مسجد شادمان ٹاؤن، شادمان نمبر 2، نارتھ ناظم آباد*	محمد رضوان
	ہمالان بالمقابل جنگ بلڈنگ، آئی آئی چندریگر روڈ، اولڈ سٹی	ادیس پاشا
	الفتح گارڈن سیکٹر ساڑھے گیارہ عزیز نگر نزد صابری چوک، اورنگی ٹاؤن	احمد امین
	عثمان مسجد، فاران کلب، نزد نیشنل اسٹیڈیم، گلشن اقبال*	ڈاکٹر سعد اللہ

* یہ پروگرام صرف مرد حضرات کے لیے ہیں۔ باقی تمام مقامات پر خواتین کی شرکت کا بھی انتظام ہے۔

امریکہ کی جانب سے

افغانستان میں نیوکلیئر ہتھیاروں کا استعمال

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب

"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"

کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد فہیم

امریکہ نے اپنے جنگی جرائم کو ضمنی نقصانات (collateral damage) سے تعبیر کیا۔ یہ ضروری ہے کہ طالبان کی قوت اور امریکی افواج کے اسلحہ کی نوعیت اور گولہ بارود کی مقدار کا اندازہ کیا جائے۔ اسی سے امریکی فوجیوں کے انتقام کا بھی اندازہ ہو سکے گا، اور اس کا بھی کہ وہ کس طرح مذہبی جذبہ سے پوری طرح مسلح کیئے جا چکے تھے، ہاں عیسائیت کے جذبہ سے۔ افغانستان پر مسلط کردہ جنگ کے ابتدائی چار ہفتوں کے دوران امریکہ کے ان مذہبی جنونیوں نے 5 لاکھ ٹن وزنی بم گرائے، جو افغان آبادی کے حساب سے اوسطاً ہر آدمی، عورت اور بچے کے حصے میں 20،20 کلو آتے ہیں۔ ہمپ شائر یونیورسٹی کے اکنامکس کے پروفیسر مارک ہیرالڈ کا کہنا تھا کہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 7 اکتوبر اور 6 دسمبر 2001ء کے درمیان افغانستان پر امریکہ کی بمباری سے اوسطاً 62 بے گناہ افراد روزانہ کے حساب سے ہلاک کیئے گئے۔

ڈینلا جیوسیفی اپنی کتاب "Women on War" میں لکھتی ہیں: ''اس خوفناک حد تک ہلاکت خیز اسلحہ کے علاوہ، جس کے متعلق بہت لوگوں کو معلومات حاصل ہیں (باوجودیکہ ملٹری اہمیت کے اہداف معدود چند ہی تھے) محکمہ دفاع نے نیوکلیئر اسلحہ (Tactical Nuclear weapons) کے استعمال کی بھی سفارش کردی، جبکہ کانگریس کے بعض ممبران نے چھوٹے نیوکلیائی (Bunker Busters) بموں کے استعمال کا بھی مشورہ دیا۔ بُش کے مشیروں سٹیفن ہیڈلے، سٹیفن کیمبون اور ولیم شینڈر نے بھی نیوکلیائی اسلحہ کے استعمال کے حق میں دلائل دیئے۔ نیوٹران بم کے خالق سیموئیل کوہن نے تو یہاں تک دلیل دی کہ اس کا ایجاد کردہ ہتھیار افغانستان کے لیے موزوں ترین ہتھیار ہے۔ بعض طاقتور ہتھیار جو قبل ازیں امریکہ شمالی اتحاد والوں کو طالبان کی پیش قدمی روکنے کے لیے مہیا کر رہا تھا وہ بھی اتنے طاقتور تھے کہ پنٹاگون نے انہیں ''نیوکلیائی'' کے قریب ترین ہتھیار کے طور پر تعبیر کیا تھا''۔

آیئے، ہم ایک دفعہ پھر انسانی حقوق کے متعلق بین الاقوامی قانون کا اعادہ کریں، جو ایسے جنگی جرائم کو روکتا ہے۔ 1996 میں نیوکلیائی اسلحہ پر بین الاقوامی عدالت انصاف کے جج کرسٹوفر گریگرے نے یاد دلایا کہ بہت سی ثقافتیں اور تمدن ایسے ہیں جن میں انسانی حقوق کے متعلق ضابطے گہرے طور پر ثبت ہیں۔ مارٹنز کلاز (Marttens clause) جو متفقہ ووٹ کے ذریعے زمینی جنگ سے متعلق ضابطوں کے سلسلہ میں 1899ء ہیگ کنونشن اور 1907ء ہیگ کنونشن میں شامل کیا گیا ہے اور جو مستلزم ہے ایسی صورت حال کو جہاں کنونشن کے ضابطوں کا اطلاق نہ ہوتا ہو تو (پھر بھی) وہاں کے باسیوں اور باہم برسرپیکار فریقین کو عالمی قانون کے اصولوں کے تحت تحفظ حاصل رہے گا، کیونکہ یہ اصول متمدن اقوام کے غور و فکر اور انسانی قانون اور ضمیر کی آواز کے مطابق وجود پذیر ہوئے ہیں۔

> بُش کے مشیروں سٹیفن ہیڈلے، سٹیفن کیمبون اور ولیم شینڈر نے نیوکلیائی اسلحہ کے استعمال کے حق میں دلائل دیئے۔ نیوٹران بم کے خالق سیموئیل کوہن نے تو یہاں تک دلیل دی کہ اس کا ایجاد کردہ ہتھیار افغانستان کے لیے موزوں ترین ہتھیار ہے

یہ مؤقف اختیار کرنا کہ امریکہ کی مسلح افواج اور ان کے صدر پر کسی بین الاقوامی انسانی جنگی قوانین کے ماننے کی پابندی نہیں کہ اس وجہ سے ان پر کوئی حرف آئے کہ وہ اسلحہ بنانے، ذخیرہ کرنے اور اسے استعمال کرنے کی بنا کسی جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں، یہ ایسی ہی منطق ہے جیسے یہ کوشش کی جائے کہ تاریخ کے گھڑیال کی سوئیاں واپس گھما کر ان المناک اور مجرمانہ فیصلوں کو دوام بخشا جائے، جن کی رو سے امریکی حکومت نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر مجرمانہ حملے کر کے انھیں تباہ و برباد کیا تھا۔

جہاں تک امریکہ کی طرف سے کلسٹر اور نیپام بموں کے استعمال کا معاملہ ہے کنونشن کی اس پر بھی پالیسی بالکل واضح ہے۔ 1997 کا کنونشن ہر قسم کی بارودی سرنگوں کے استعمال، پیداوار، ذخیرہ کرنے اور نقل و حرکت پر پابندی عائد کرتا ہے۔ کنونشن اس سلسلہ میں بین الاقوامی رسمی قانون کی رو سے پہلے سے موجود قوانین کو رسمی طور پر منضبط کرتا ہے۔ ان کی رو سے کسی فریق کو مخالف فریق کے خلاف ضرر رسانی کے ذرائع استعمال کرنے کے غیر محدود اختیارات حاصل نہیں۔ اسلحہ، پروجیکٹائل یا دوسرے سامان کا ایسا استعمال ممنوع قرار دیا گیا ہے جو غیر ضروری المیوں کو جنم دینے کا باعث بن رہا ہو۔ اسی طرح سول آبادیوں کو نقصان پہنچانے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یہ ان اصولوں میں سے کچھ ہیں جن کو کنونشن نے بعد میں منضبط کر کے اختیار کیا ہے۔

15000 پاونڈ فیول ائیر ایکسپلوسیو (FAEs) اور کلسٹر بم کے استعمال کے متعلق واضح کیا گیا ہے کہ وہ ایسی صورت میں ممنوع سمجھا جائے گا، جب اس کے بے تحاشا استعمال سے عام شہری آبادی اور مخالف متحارب فریق میں کوئی فرق ملحوظ نہ رکھا جائے، یا ان کا استعمال غیر متناسب حد تک بڑھے، جس سے فوجی مقاصد کا حصول مطلوب ہو، یا یہ ہو کہ ان کا مسلسل، زیادہ مقدار میں اور وسیع رقبے پر استعمال ہو، جس سے ماحولیات کی تباہی ہو اور یا جس سے بہت زیادہ اور غیر ضروری المیے جنم لیں۔

ان ضابطوں کی رو سے Depleted uranium والا گولہ بارود، FAE,s، ڈیزی کٹرز، کلسٹر بم اور انسانوں کی ہلاکت کے لیے بارودی سرنگوں کا استعمال سب غیر قانونی چیزیں ہیں۔ افغانستان میں اس قسم کے ہلاکت خیز اسلحہ کے استعمال کی امریکی صدر نے امریکی افواج کے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے جو اجازت دے رکھی ہے، وہ جنگی جرائم کے زمرے میں آتی ہے۔

(جاری ہے)

مالک نے باندھا کیوں؟

عامرہ احسان

موت کتنی ارزاں ہوگئی! ہم ایک سانحے سے سنبھل نہیں پاتے کہ اس سے بڑا تھپیڑا آن پڑتا ہے۔ طیارے کا حادثہ، موت کے ناگہانی پن اور انسان کی بے بسی کی دلیلِ مجسم تھا۔ دل دماغ اس سے نمٹ رہے تھے کہ بارش قہر بن کر ٹوٹ پڑی۔

محکمہ موسمیات اسباب و وسائل کے ہوتے ہوئے ناگہانی آفات سے تحفظ کے ادارے Disaster Management کے باوجود حکومتی سطح پر سیلاب زدگان سے غفلت ناقابل معافی ہے۔ دوسری جانب یہ بھی رُک کر سوچنے کی بات ہے کہ یہ پے در پے جھکولے، آفتیں، آخر بات کیا ہے؟ برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر! 9/11 کے بعد سے ہم ہمہ نوع آفات کی زد میں ہیں۔

2005 کا زلزلہ ہمیں جھنجھوڑ ڈالنے کو بہت کافی تھا کہ ہم اپنی سٹاک ٹیکنگ کرتے، خود احتسابی کرتے مگر ہم تو حدیث میں مذکور نادان اونٹ سے بھی گئے گزرے ثابت ہوئے جو نہیں جانتا کہ مالک نے باندھا کیوں اور کھولا کیوں؟ یہی المیہ زلزلہ کے آفٹر شاکس کے طویل سلسلہ کے دوران بھی رہا تھا۔ پلیٹیں سرک جانے کے فلسفے، زلزلے کا مرکز، فالٹ لائن کے تذکرے۔ انہی مادی اسباب و وجوہات میں کھو کر ہم اس فاعلِ حقیقی کو بھول رہے ہیں جو پلیٹوں کا مالک ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں سلسلہ ہائے اسباب ہیں، جو زمانوں کا، جہانوں کا خدا ہے! یہ زمیں یہ فلک۔ اس کی کائنات کے عظیم الشان سربستہ رازوں میں سے سائنس کے نام سے جتنی معلومات تک ہماری رسائی ہوگئی، وہی ہمارے دماغ کو چڑھ گئی اور ان علوم کے پیچھے کارفرما العلیم، الخبیر، عالم الغیب والشھادۃ، المقتدر، القادر، الغالب، مالک والملک کو ہم بھول جاتے ہیں۔ ایسے میں تمام تر مادی اسباب کو لمحہ بھر میں درہم برہم کر کے وہ ایسے میں ہماری اوقات یاد دلا دیتا ہے، شرط یہ ہے کہ اندر کی آنکھ بینا ہو ۔

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں!

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو جن قواعد وضوابط پر استوار کیا ہے وہ عام حالات میں Predictable ہوتے ہیں۔ کسی حد تک اس کی پیشین گوئی کی جا سکتی ہے کہ متوقع امور یہ اور یہ ہیں۔ اسی پر تمام تر سائنسی ترقی موقوف ہے۔ لیکن اگر بے خدا سائنس کا ہیضہ نہ ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس دور (فتنۂ دجال کی شروعات) کا تریاق سورۃ الکہف میں دو الفاظ سے ہماری تربیت کی ہے: ان شاء اللہ (اگر اللہ چاہے) اور ماشاء اللہ (جو اللہ چاہے) سائنس کی لگام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس قادر مطلق کا تذکرہ زبان پر لانا سائنسی فیشن کے خلاف ہے حالانکہ یہ انتہائی غیر سائنسی رویہ ہے کہ اللہ کے بنائے اصول و قوانین کو دریافت کرنے والا تو پوری دنیا میں جانا اور مانا جائے اور ہر ہر کلیہ پر ایک ایک سائنس دان کے نام ٹھپہ ہو، اگر ذکر حرام ہو تو بنانے والے چلانے والے، فاطر السمٰوٰت والارض کا! بدیع السمٰوٰت والارض کا، خالق مالک رب کا! جب خیبر پی کے پورا طوفانِ نوح کا منظر پیش کر رہا تھا، اسلام آباد جیسا شہر 29 جولائی کی شام تک جا بجا غرقابی کے مناظر پیش کر رہا تھا، محکمہ موسمیات کے بڑوں نے نجی چینلوں پر جمعہ کی شام 30 جولائی تک بارش کے تسلسل کی پیشین گوئی کی اور رات بھر موسلا دھار بارش کی پیشین گوئی کی پٹی چلتی رہی۔ بادلوں ہواؤں کے نظام کے مطالعے کے ساتھ اگر تھوڑی سی آمیزش ایمان کی ہو جاتی تو وہ قوم جو منہ اُٹھا کر ٹیلی ویژن پر ہر نظر پر خبر کی منتظر ہوتی ہے، شاید سربسجود ہو کر بادلوں کے رب، رب میکائیل و جبرائیل علیہم السلام کی طرف بھی رجوع کرتی۔

صبح دھوپ نکل آئی۔ مہربان مالک نے وہ موسلا دھار بارش والے بادل دعاؤں، آہ وزاریوں کے صدقے دور کیے، اگرچہ اپنے نئے خدا امریکہ کے لیے حافظِ قرآن، صاحبِ ایمان، سجدہ ریز پیشانیوں والے بہت کچھ حکومت نے جیلوں میں ٹھونس دیئے، پھر بھی نیا بل منظور ہونے تک ابھی کچھ دہشت گرد راتوں کو سجدہ ریز ہو کر اس قوم کی مغفرت اور اللہ کی رحمت مانگنے والے موجود ہیں، نیا بل ایمان والوں، داڑھی والوں کے لیے 30 دن کی بجائے 90 دن پولیس کی حراست میں رکھنے کا اذن مانگ رہا ہے! (اور اغوا شدگان جو قانون وعدالت سے ماوراء پہلے ہی جیلوں میں چھ آٹھ مہینوں اور سالوں سے جیلوں عقوبت خانوں میں لاپتہ ہیں؟)

واپس چلتے ہیں منہ زور سیلاب کے تھپڑوں کی طرف، زلزلے ہی کی طرح یہ بھی اللہ کا عذاب ہے، اب بھی ہم نہ مانیں تو کیا ہم بنی اسرائیل کی طرح ایسی ہی 9 نشانیوں کے طلب گار ہیں؟ سیلاب زدہ علاقے سے جو اطلاعات موصول ہو رہی تھیں، بذریعہ ٹیلی ویژن اور ٹیلی فون وہ اللہ کے خوف سے لرزا دینے کو بہت تھیں، منہ زور پانی کی لہریں گویا آنکھیں رکھتی ہیں۔ ہر قطرے میں آنکھ تھی کہ کسے بہانا ہے اور کیسے غرق کرنا ہے۔ چشم دید گواہان سے گرتی عمارتوں، بہہ جانے والے ہوٹلوں، ریستورانوں اور انسانوں کی بے بسی کی داستان مت پوچھیے۔ یہ تلپٹ کر دینے والے زلزلے سے کسی طور کم نہیں۔ ہم اپنے گناہوں کے تھپیڑے کھا رہے ہیں۔ مظلوم کی آہ اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

لال مسجد جامعہ حفصہ کا پہاڑ جیسا گناہ ہمارے قومی اعمال نامے کا بھیانک باب ہے۔ قبائل کے لاکھوں انسانوں کو دربدر کرنے ان کے سر کی چھت چھیننے اور آپریشن کے نام پر پوری آبادیاں، بستیوں میں امریکہ کی خوشنودی کی خاطر جو گناہوں کی فصل ہم نے بوئی ہے، مسلمانوں کے خون سے سینچی ہے (لاالٰہ کے وعدے پر حاصل کردہ اس پاک سرزمین میں)، اسے کاٹنا بھی تو پڑے گا۔ مظلوموں کے آنسو طوفانی لہروں اور موجوں کی صورت ہمارا سب کچھ بہائے لے جا رہے ہیں اور ہم ہوش کے ناخن نہیں لے رہے۔ خون آشام لکشمی دیوی کے چرنوں میں جو مسلمانوں کے لاشے ہم نے ڈالے تھے، یہ اسی کا بھگتان ہم دے رہے ہیں اور مرے تھے جن کے لیے اُن کی طرف نگاہ کیجئے۔

ذرا ہمارے دشمن کے بیچ بیٹھ کر لہک لہک کر ہمیں صلوٰتیں سنانے کا کیمرونی انداز تو دیکھیں۔ 400 امریکی فوجی کیا سیلاب زدگان کی خدمت کے لیے آ رہے

ہیں۔ کیری لوگر بھیک مانیٹر کرنے کے لیے 235 امریکی مزید روپیہ روپیہ گنیں گے! خدارا! اللہ کے غضب سے ڈریں، ہم اللہ کی عطا مملکت خداداد پاکستان کو امریکہ کے ہاتھوں کوڑیوں کے بھاؤ بیچ کر اُن پر پاکستان کے دروازے کھول کر ہم اپنے ڈیتھ وارنٹ پر دستخط کر رہے ہیں۔

رمضان آ گیا ہے شیطان جکڑا جا چکا ہے۔ ہمت باندھ کر گلے ہاتھوں امریکہ سے چھٹکارا حاصل کریں۔

اقتدار کے پایوں سے چمٹے امریکہ کے حواریوں سے جب تک جان چھڑائی نہ گئی امریکی کمبل بھی ہماری جان نہیں چھوڑے گا۔ ہم اللہ کے غضب اور بے رحم حکومتوں کے بیچ یونہی کیڑے مکوڑے کی طرح حقیر ہوتے رہے ہیں۔ ماہِ رمضان، ماہِ قرآن، ماہِ رحمت و مغفرت ہے۔ اللہ کا حکم مان جائیں۔ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انہی میں سے ہے۔ یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔'' (المائدہ:51) یہ رفاقت کی سزا ہم بہت بھگت چکے اور مسلسل بھگت رہے ہیں۔ ہمارا شمار مغضوب اور ضالین میں ہو رہا ہے۔ ہم اللہ کی رہنمائی سے محروم گھپ اندھیروں میں عذاب کے تھپیڑوں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ لوٹ آیئے، سوئے مادر آ کہ تمارت کند!

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

نیوز آف دی ویک

وزیر اعظم سچ ہی تو کہتے ہیں!

ابوالحسن

ندائے خلافت میں ''نیوز آف دی ویک'' کے عنوان سے ایک نیا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ جس میں ہفتہ کے دوران شائع ہونے والی کسی بھی خبر پر تبصرہ پیش کیا جائے گا۔ قارئین اگر آپ بھی کسی خبر پر تبصرہ کرنا چاہیں تو لکھ کر ہمیں ارسال کریں۔ بروقت موصول ہونے والے تبصروں کو ان صفحات میں جگہ دی جائے گی، ان شاء اللہ۔ (ادارہ)

خبر: ''جو کام ہم نے کیے ہیں، 63 سال میں کوئی دوسری حکومت نہیں کر سکی۔'' (وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی)

تبصرہ: ہم ہز ایکسی لینسی وزیر اعظم پاکستان جناب یوسف رضا گیلانی کے اس فرمان کی تائید کرتے ہیں، اس لیے کہ

1) کرپشن پہلی حکومتیں بھی کرتی تھیں لیکن اسے جو عروج آپ کی حکومت میں نصیب ہوا پہلے کبھی نہیں تھا۔ علاوہ ازیں آپ ہی نے کرپٹ افراد کو اعلیٰ قومی ایوارڈ دینے اور ترقی دینے کے لیے نئے سلسلہ کا آغاز بھی کیا ہے۔

2) جعلسازی پہلے بھی تھی لیکن آپ نے جعلی ڈگری ہولڈرز کا دفاع جتنی خوبصورتی اور بہادری سے کیا، پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔

3) سیلاب اور سماوی آفات پہلے بھی آتی تھیں لیکن آپ کے دور میں سیلاب بھی بے مثل اور تاریخی تھا اور آپ کی بے حسی، نااہلی، لاتعلقی بھی بے نظیر۔ عوام اتنے بے یار و مددگار تو کبھی نہیں تھے۔

4) مہنگائی پہلے بھی ہو جاتی تھی لیکن تین سو گنا نہیں ہوتی تھی۔

5) عوام ڈوب رہے تھے۔ اُن کا مال و اسباب بہہ رہا تھا اور سربراہ مملکت لندن اور فرانس میں دادِ عیش دے رہا تھا۔ یقیناً پہلی حکومتیں اس حوالہ سے بھی آپ کا مقابلہ نہ کر سکیں۔

6) برطانیہ کا وزیر اعظم ہمارے ازلی دشمن بھارت کی گود میں بیٹھ کر پاکستان کو گالیاں دے رہا تھا اور سربراہِ مملکت اُس کے در پر حاضر ہو کر عشائیے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ یقیناً ماضی یہ نظیر پیش کرنے سے بھی قاصر ہے۔

7) دہشت گردی پہلے بھی ہوتی تھی لیکن اتنی نہیں ہوتی تھی۔ آپ کی جماعت یقیناً ترقی پسند ہے۔

8) ہمارے سابق سربراہانِ مملکت پر بیرونی پریس پہلے بھی تنقید کرتا تھا، لیکن انہیں مسٹر ٹین پرسنٹ کبھی نہیں لکھا گیا تھا۔

9) سیاست دان جھوٹ پہلے بھی بولتے تھے لیکن، وعدے قرآن و حدیث نہیں ہوتے، یہ کہنے کا اعزاز بھی موجودہ سربراہِ مملکت ہی کو حاصل ہوا۔

10) کوئی پاکستانی صدر امریکی صدر کے ہم پلہ نہ ہو سکا، سوائے زرداری صاحب کے کہ دونوں کے سامعین پر جوتی پہننے کی پابندی عائد کر دی گئی۔

بقیہ: اگر تم پھر وہی حرکتیں کرو گے......

گنہگار ہونے کے باوجود آسمانی آفات سے بچ جاتے ہیں اور یہ سماوی آفت اللہ کا عذاب نہیں ہے، عقلی اور نقلی دونوں لحاظ سے انتہائی غلط، گمراہ کن اور حق سے بعید ہے۔

سمجھنے والی بات یہ ہے کہ ہمارا جرم ہے کیا؟ یہ سزا ہمیں کیوں دی جا رہی ہے؟ ہمارا حقیقی جرم وہی ہے جس کا ذکر ہم اِن سطور میں ہزاروں بار کر چکے ہیں کہ ہم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اے اللہ تو ہمیں انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی سے آزاد ایک خطہ زمین عطا کر دے، ہم اس میں اسلام کا نظام نافذ کریں گے۔ جب اللہ نے ہمیں آزاد پاکستان عطا فرما دیا تو ہم اس عہد سے منحرف ہو گئے۔ اللہ نے ہمیں تمام دنیوی نعمتوں سے نوازا لیکن ہم عیش و عشرت اور اللے تللوں میں پڑ گئے۔ یہ ہے ہمارا جرمِ عظیم۔ باقی تمام جرائم مثلاً کرپشن، سمگلنگ، چور بازاری، مہنگائی، بیروزگاری، چوری اور ڈاکے وغیرہ نے اس جرمِ عظیم کے بطن سے جنم لیا ہے۔ لہٰذا اس جرم عظیم سے قومی اور اجتماعی سطح پر تائب ہونے کی ضرورت ہے اور اگر ہم تائب نہیں ہوتے بلکہ شیطان کے پیروکار بن کر اپنے گناہوں پر اصرار کرتے ہیں تو کان کھول کر سن لیں کہ اللہ رب العزت اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

﴿عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَکُمۡ ۚ وَ اِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا﴾

(بنی اسرائیل:8)

''اُمید ہے تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے۔ اور اگر تم پھر وہی حرکتیں کرو گے تو ہم بھی وہی کریں گے۔''

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

ڈاکٹر اسرار احمد، اب ایسا صاحبِ فکر وعمل کہاں!

مولانا محمد یوسف انور

جمعۃ المبارک(2اپریل2010ء) کی نمازِ مغرب [redacted] کے بعد ہماری رہائش کے قریبی تعلیمی ادارہ اُم المدارس، گلبرگ اے میں ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے خطاب فرمایا۔ سکول کے صاحب ذوق منتظم حافظ شعیب نے اسٹیج پر ڈاکٹر صاحب کے دائیں بائیں کرسیوں پر مجھے اور برادرم حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ کو بٹھایا۔ ڈاکٹر صاحب نے معمول کے مطابق اپنی شعلہ نوائی سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ معاشرے کے بگاڑ، بے چینی واضطراب اور تجارت میں بڑھتے ہوئے سودی کاروبار اور اس کے تباہ کن معاشی اثرات کا گہرا تجزیہ کرتے ہوئے ان تمام تر معاشرتی برائیوں کا حل قرآن وسنت کے 'اقتصادی نظام' کے نفاذ کو قرار دیا۔ ڈاکٹر صاحب کی آواز میں طنطنہ اور جاہ وجلال تو بدستور تھا، لیکن خطاب کے بعد ان کی کمزور طبیعت اور کمر کی تکلیف نے مجھے پریشان سا کر دیا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ ان سے آخری ملاقات اور ساعت ہوگی...... انا للہ وانا الیہ راجعون!

ڈاکٹر صاحب ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور اسلامیات کے سکالر تو تھے ہی، لیکن بہت کم لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ وہ نہ صرف اہل حدیث کے امتیازی مسائل کی ترجیح کے قائل تھے بلکہ زیادہ تر اپنی خلوت میں وہ ان پر عمل پیرا بھی ہوتے۔ اسی بنا پر وہ جامع مسجد اہل حدیث ساہیوال کے کسی زمانے میں خطیب رہے تھے۔ ان دنوں وہ اہلحدیث کے جماعتی جلسوں اور کانفرنسوں میں شمولیت بھی فرماتے رہتے۔ جمعیت تبلیغ اہل حدیث، ملتان کی سالانہ کانفرنس باغ، عام وخاص کے موقعوں پر ہر سال ان سے ایک دو روز رفاقت رہتی، تاہم وہ ذہنی وفکری طور پر جماعت اسلامی سے منسلک تھے۔

پھر مولانا مودودیؒ مرحوم سے اختلاف کی وجہ سے جماعت کا پورا سینئر گروپ مولانا امین احسن اصلاحیؒ، مولانا عبدالغفار حسنؒ، مولانا عبدالرحیم اشرفؒ اور ڈاکٹر صاحبؒ سمیت جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوگیا۔ ڈاکٹر صاحب کا اختلاف انتخابی سیاست میں حصہ لینے کے [redacted] جماعت اسلامی سے علیحدہ ہونے کے بعد ان علم وعمل کے پیکر حضرات نے اپنے اپنے انداز پر دین وعلم کے ادارے قائم کیے۔

لاہور میں مولانا اصلاحیؒ اور ڈاکٹر صاحبؒ کے فہم قرآن کے پروگرام بڑے مقبول ہوئے تو فیصل آباد میں مولانا عبدالرحیم اشرفؒ نے 'جامعہ تعلیمات اسلامیہ' کے نام سے مثالی دانش گاہ کا اجراء کیا۔ مولانا عبدالغفار حسنؒ مختلف اوقات میں جامعہ سلفیہ کلیہ دارالقرآن والحدیث، جامعہ تعلیمات اسلامیہ اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، لیکن ان تمام اشاعت دین کے گہواروں میں سے ڈاکٹر صاحب کی تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کی شاخیں لاہور کے بعد ملک کے بڑے بڑے شہروں میں تشکیل پاتی رہیں۔ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے تحت ڈاکٹر صاحب کے ہفتہ وار دروس قرآن حکیم اور باغ جناح (لارنس روڈ) میں ان کے خطبات جمعہ سننے کے لیے دور ونزدیک سے لوگوں کا ایک جم غفیر کھنچا چلا آتا تھا۔ یہ ان کی دینی تڑپ اور اخلاص کے موثر مظاہر ہیں۔

ڈاکٹر صاحب ساہیوال سے جب لاہور منتقل ہوئے تو ان کی جگہ ہمارے مرحوم دوست مولانا حافظ عبدالحق صدیقی خطیب مقرر ہوئے، جنہوں نے مقامی طور پر اور مرکزی سطح پر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی تبلیغ وتنظیم میں نمایاں کردار ادا کیا اور اہل حدیث کانفرنس میں اپنی خطیبانہ صلاحیتوں اور دبنگ فکر ونظر کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

1984ء میں ہمارے مرحوم دوست مولانا محمود احمد میرپوری کی دعوت پر مجھے برطانیہ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ برمنگھم کی سالانہ کانفرنس میں ڈاکٹر اسرار احمد بھی تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ اس کانفرنس کی نشستوں میں اور بعد ازاں برطانیہ کے دوسرے شہروں لندن، مانچسٹر، ہیلی فیکس، اولڈہم، بریڈفورڈ اور ایسٹروغیرہ میں مجھے تبلیغی اجتماعات میں ان کے ہم سفر رہنے کی سعادت حاصل رہی۔ ہمارے ساتھ حضرت پیر سید بدیع الدین شاہ راشدی مرحوم اور انڈیا سے مولانا مختار احمد ندوی مرحوم بھی شریک سفر تھے۔

ظاہر ہے، ان نامی گرامی مقررین اور قائدین ملت اسلامیہ کے خطابات، تقاریر اور بیان وکلام کے کس قدر اثرات عوام وخواص پر ہو سکتے ہیں؟ پورے برطانیہ کا ماحول ہمارے ان دعوتی وتبلیغی پروگراموں کی بدولت قرآن وحدیث کی تعلیمات سے گونج گیا اور اس دور میں ایک مسلک کے علمانے برطانیہ میں اپنی ناپسندیدہ سرگرمیوں کے سبب بعض مساجد میں انتشار اور فرقہ واریت کے پھیلاؤ کے باعث تالہ بندی تک نوبت پہنچا رکھی تھی، اس کا خوب انسداد ہوا اور شرک وبدعات کے بڑھتے ہوئے مغالطوں سے لوگ تائب ہوئے۔

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور نے وقت کے اہم مسائل پر بہت سی تصانیف بھی شائع کیں۔ قومی اخبارات میں ان کے علمی وفکری کالموں کے ذریعے دین حق کا پیغام بلاشبہ عام ہوا۔ جس بات کو وہ درست اور حق سمجھتے، اسے برملا کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے موقف پر ہمیشہ چٹان کی طرح قائم رہتے ہوئے جرأت وبے باکی سے بیان وکلام کی صلاحیتوں کو استعمال میں لاتے۔ ڈاکٹر صاحب سادہ طبیعت، خوش گفتار وخوش رفتار، شب زندہ دار اور مضبوط جسم وجان کے مالک تھے۔

وقت کی پابندی اور موضوع کے مطابق اظہار خیال کا کمال سلیقہ رکھتے تھے۔ وہ قرآن حکیم کے تفسیری تشریحات اور نکتہ آفرینی پر خوب درک رکھتے تھے۔ ملک بھر میں دعوتی پروگراموں کے ساتھ ساتھ بیرونی ممالک خصوصاً بھارت میں ڈاکٹر ذاکر نائیک کے "Peace" ٹی وی پروگراموں میں ان کی اکثر شرکت رہتی، جن سے ہزارہا افراد اور سامعین مستفید ہوتے۔ ٹیلی ویژن پر اُن کے مذاکروں اور سیمینارز کو خاص اہمیت دی جاتی، جن میں جدید دور کے تقاضوں اور گھمبیر مسائل کا حل وہ بڑی حکمت ودانش سے پیش فرماتے۔ علامہ اقبالؒ کے اُردو اور فارسی اشعار جب وہ تقریر کے دوران پڑھتے تو ایک سماں بندھ جاتا۔ افسوس، اب ایسے ہمہ اوصاف کے صاحب فکر وعمل کہاں! دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ورثا اور خلف الرشید حافظ عاکف سعید کو اُن کے قائم کردہ اقامت دین کے اداروں کو ترقی اور فروغ دینے کی توفیق بخشے اور ڈاکٹر صاحب کی حسنات وخدمات دینیہ کو قبول ومنظور فرما کر ان کی بخشش فرمائے۔ آمین!

تنظیم اسلامی فیصل آباد غربی کے زیر اہتمام سیمینار
بعنوان: پاکستان کا مقدر، قرآن وسنت کا عادلانہ نظام

امیر حلقہ فیصل آباد غربی جناب رشید عمر کی ہدایت کے مطابق تنظیم اسلامی فیصل آباد غربی کا مشاورتی اجلاس ہنگامی طور پر بلایا گیا، جس میں امیر فیصل آباد غربی نعمان اصغر نے معاونین کے مشورے سے ''پاکستان کا مقدر: قرآن وسنت کا عادلانہ نظام" کے عنوان سے ایک دعوتی اجتماع کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ یہ اجتماع 19 جون کو گلستان میرج ہال، (گلستان کالونی ملت روڈ) میں منعقد ہوا۔ قبل ازیں اس مقصد کے لیے 150 چھوٹے اور 12 بڑے بینر بنوائے گئے، جن کو آویزاں کرنے کے لیے مقامی رفقاء پوری رات مصروف رہے۔ اس کے علاوہ 2000 پمفلٹ بھی چھپوائے گئے جنہیں نماز جمعہ کے بعد 15 مساجد میں تقسیم کیا گیا۔ اس سارے پروگرام کے اخراجات رفقاء سے اکٹھے کرنے کے لیے ناظم بیت المال سید علی عدنان نے خصوصی محنت کی۔ اسرہ تاج کالونی اور اسرہ علی ٹاؤن نے بھی اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے بھرپور کام کیا اور لوگوں سے جا کر خصوصی ملاقاتیں کیں۔ ایک ہفتے کے قلیل وقت میں یہ ساری تیاری کی گئی۔ اس پروگرام کی صدارت امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ نے کی۔ دوسرے معزز مقررین میں حافظ مسعود عالم (نائب شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ)، مولانا شریف عثمانی (معروف عالم دین)، ڈاکٹر زاہد اشرف (چیئرمین اشرف لیبارٹریز و فرزند حکیم عبدالرحیم اشرف)، پروفیسر خلیل الرحمان (نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی وسطی پاکستان) اور رانا عبدالوحید خان (سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی فیصل آباد) شامل تھے۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا، جس کا شرف محمد ندیم اور قاری ولی الرحمٰن نے حاصل کیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض نعمان اصغر نے نبھائے۔ امیر حلقہ رشید عمر نے اپنے مختصر افتتاحی کلمات میں موضوع کا تعارف کرایا۔ مقررین نے اپنی تقاریر میں اس بات کا متفقہ طور پر اظہار کیا کہ اختلافات اپنی جگہ، لیکن قرآن وسنت کے عادلانہ نظام کے قیام پر مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہی نظام ہمارے مسائل کا حل ہے۔ مولانا شریف عثمانی نے کہا کہ ہمارے اسلاف نے اس کام کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ ڈاکٹر زاہد اشرف اور رانا عبدالوحید خان نے موجودہ جمہوری نظام کی خرابیوں پر روشنی ڈالی اور شرکاء کی ملکی مسائل کی جانب توجہ دلائی۔ انہوں نے کہا کہ ان سب مسائل کا حل نظام خلافت کے قیام میں مضمر ہے۔ حافظ مسعود عالم نے اسلامی نظام کے قیام کی ضرورت پر سورۃ الفتح، سورۃ التوبہ اور سورۃ الصف کی آیات کی روشنی میں گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی نظام کو برپا کرنے کے لیے ایک منظم تحریک اور تربیت یافتہ افراد کی ضرورت ہے۔ آخر میں امیر محترم نے صدارتی خطاب ارشاد فرمایا۔ اپنے خطبے میں جہاں انہوں نے دوسرے مقررین کی تقاریر پر اظہار خیال فرمایا، وہاں نظام خلافت کے ثمرات و برکات پر بھی روشنی ڈالی۔ اس سلسلے میں انہوں نے امارت اسلامی افغانستان کی مثال بھی پیش کی۔ انہوں نے کہا کہ بعض احادیث رسول سے ایسے اشارے ملتے ہیں کہ قرآن وسنت پر مبنی عادلانہ نظام (خلافت) کا آغاز خراسان کے علاقے ہی سے ہوگا۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے مشرق کے علاقے سے ٹھنڈی ہوا محسوس کی ہے۔ اب یہ ہم پر ہے کہ اس نظام کے قیام کی جدوجہد میں کس قدر حصہ ڈالتے ہیں۔ پروگرام میں سٹال کی ذمہ داری محمد ناصر اور اسد پرویز کی تھی، جبکہ ریکارڈنگ کا کام محمد سعید مختار نے انجام دیا۔ اجتماع میں شرکاء کی تعداد 400 کے قریب تھی۔ اوپر والے ہال کے مکمل بھر جانے کے بعد شرکاء کو نیچے والے ہال میں بٹھایا گیا، جہاں ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے انہوں نے براہ راست یہ پروگرام دیکھا۔ پروگرام کے اختتام پر نماز عشاء قریبی مسجد دارالسلام میں ادا کی گئی، جہاں شرکاء امیر محترم کی تلاوت سے بھی محظوظ ہوئے۔ معزز مہمانوں کو تنظیم اسلامی فیصل آباد غربی کی جانب سے دیے گئے عشایئے کے بعد یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ یہ پرتکلف عشائیہ ناظم مالیات علی عدنان کے گھر پر تھا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر سی کاوش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ آمین۔

(مرتب: انجینئر فیضان حسن)

قرآن اکیڈمی لاہور میں منعقدہ تربیتی کورس کی روداد

حلقہ لاہور کی جانب سے مبتدی رفقاء کے لیے ایک تربیتی کورس قرآن اکیڈمی لاہور میں منعقد ہوا۔ یہ تربیتی کورس 6 جون سے شروع ہو کر 12 جون کو اختتام پذیر ہوا۔ تربیتی کورس میں پنجاب اور آزاد کشمیر سے 50 کے قریب مبتدی رفقاء شریک ہوئے۔ اس کے علاوہ چند رفقاء نے جزوی طور پر شرکت کی۔ تربیتی کورس کی مجموعی ذمہ داری مرکزی ناظم دعوت و تربیت محترم رحمت اللہ بٹر کی تھی۔ انہوں نے احسن طریقے سے اسے آرگنائز کیا۔ شرکاء کو روزانہ صبح پونے تین بجے تہجد کی نماز کے لیے جگایا جاتا۔ تہجد اور مسنون اذکار کی ادائیگی کے بعد مسنون دعائیں یاد کرائی جاتیں۔ نماز فجر کے بعد درسِ قرآن ہوتا رہا جو سورۃ الزمر، سورۃ الحدید، سورۃ المزمل، سورۃ الاحقاف، سورۃ المطففین اور سورۃ التغابن کی منتخب آیات پر مشتمل تھا۔ مغرب تا عشا روزانہ بانیٔ تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد (مرحوم) کا ویڈیو خطاب بعنوان ''اسلام کا انقلابی منشور'' دکھایا جاتا۔ ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے موضوع پر بانیٔ تنظیم اسلامی کا ایک اور ویڈیو خطاب بھی کورس کے نصاب کا حصہ تھا، جس سے شرکاء پر جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم واضح ہوا اور کئی مغالطے دور ہوئے۔

سات روزہ تربیتی کورس کے دوران جن موضوعات پر خطابات ہوئے، ان میں ایمانیات ثلاثہ، عبادات، رسومات، عبادت رب، شہادت علی الناس، اخلاقیات، انفاق فی سبیل اللہ، رفقاء کے مطلوبہ اوصاف، نظام العمل و دستور اور قراردادِ تاسیس شامل تھے۔ تربیتی کورس کا نصاب جناب رحمت اللہ بٹر، ڈاکٹر غلام مرتضیٰ، محمد اویس چیمہ، ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی اور ڈاکٹر عبدالسمیع نے بہت عمدگی سے پڑھایا۔ قیام وطعام کا انتظام جامع مسجد قرآن اکیڈمی کی بالائی منزل پر کیا گیا تھا۔ تربیت گاہ کے آخری دن تمام رفقاء نے امیر محترم حافظ عاکف سعید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ چائے کے وقفے میں امیر محترم نے رفقاء سے فرداً فرداً ملاقات کی۔ اللہ پاک سے دُعا ہے کہ اس تربیتی کورس کے دوران ہم نے جو کچھ سیکھا، پڑھا اور دیکھا اور جو وقت گزارا، اس کو غلبۂ دین کی جدوجہد کے لیے معاون اور ہماری نجات اُخروی کا وسیلہ بنائے۔ آمین

(مرتب: علی احمد قصور)

مقامی تنظیم جار باجوڑ کے زیر اہتمام تفہیم دین پروگرام

مقامی تنظیم جار باجوڑ کے زیر اہتمام 13 جون 2010ء کو ایک روزہ تفہیم دین پروگرام الازہر پبلک سکول میں منعقد ہوا۔ پروگرام میں اسرہ مسلم باغ کے رفقاء کے علاوہ تقریباً 20 احباب نے شرکت کی۔ سب سے پہلے جناب عبید اللہ نے دین کا جامع تصور مؤثر انداز میں پیش کیا۔ محمد نعیم کا موضوع ''فرائض دینی کا جامع تصور'' تھا۔ انہوں نے مذکورہ موضوع پر گفتگو کے علاوہ سامعین کے سوالوں کے جوابات بھی دیے۔ جناب فیض الرحمٰن نے منہج انقلاب نبویؐ کے موضوع پر مذاکرے کے انداز میں گفتگو کی۔ یہ پروگرام تقریباً پانچ گھنٹے تک جاری رہا۔ 12 بجے اس پروگرام کا اختتام مقامی امیر غازی گل کے دعائیہ کلمات پر ہوا۔

(مرتب: لاہور خان)

'abd on the Day of Resurrection. The Fasting will say: O my lord! I denied him food and desires, so allow me to be a means for him to enter Paradise. And the Quran will say: O my Lord! I denied him sleep at night so allow me to be a means for him to enter Paradise. And (he will be entered into Paradise) because of those two." (Musnad Ahmad).

Try this: Announce in your household that Ramadan is the official TV Turnoff Month.

IDEA #4: *DU'A* TIME

Ramadan is the month of making *du`a* to Allah, an essential compliment to fasting. The Holy Prophet ﷺ said: "There are three persons' *du`a* that will be accepted (by Allah). The fasting person, the oppressed one, and the traveler."

Try this: Make a list of all your goals in life. Make a section for your (a) personal goals (b) spiritual goals (c) economic goals and (d) contribution goals. Everyday during Ramadan, take out your list and make du'a to Allah to grant you the *tawfeeq* to accomplish your goals. Insha Allah, you will attain your goals with hard work, both during and after Ramadan.

IDEA #5: PARENT APPRECIATION MONTH

We all know that the one who wakes us up for *suhoor* is our mom. I know that was true for me in my house growing up. If it wasn't for her alarm clock, her early morning cooking, her motherly love to go and wake everyone up, our *iftars* would have become our *suhoors*. If you are living away from your parents, you know what I'm talking about. Remember the Hadith of the person who doesn't reach Ramadan with forgiveness? The end part of the Hadith says they found their parents in old age and they were not a means for him to enter Jannah! So why not announce it loud and clear this month, "Thank you, Mom! Thank you, Dad!" Let's take care of them this month with extra calls, extra hugs, and extra love.

IDEA #6: MASJID POWER HOUR

During Ramadan, why not spend a few more moments in the masjid before taking off. This could be done after *Fajr* or *Asr*. Sit back, grab a Quran and remember Allah. As your time in the masjid increases, *bi idhnillaah*, your love and heart attachment will increase as well. Make this your personal masjid power hour.

IDEA #7: BAD HABIT BUSTER

Some people may have a smoking problem or a TV addiction. When Ramadan comes around, many of them say, "I'm going to train myself to stop smoking or to stop watching excessive TV by abandoning it throughout Ramadan." So you don't have a smoking problem huh? Well everyone has some bad habit and everyone has some recurring sin they pray they could desist from. Make Ramadan the training month by telling yourself to go without this sin for the entire month. Then, if Allah grants you *tawfeeq* to complete the month, you should continue to pray to Allah to keep you away from the sin after Ramadan.

IDEA #8: RAMADAN MUSLIMS CONVERT!

It is true that on the first day of Ramadan, a considerable amount of Muslims multiply in the masjid. It is also a sad moment on the first day after Ramadan that the masjid attendance drops significantly. This idea is "Operation No More Ramadan Muslims". We want people all year long!

A man came to Ibn Abbas while he was doing *i`tikaaf* in the masjid and asked him for his assistance. Ibn Abbas stood to leave with the man and people around him warned, "But you are in *i`tikaaf*." He replied, "To assist my brother in fulfilling his need is more beloved to me than to perform *i`tikaaf* for two months in The Prophet's Mosque."

Try this: Make a "compassion crew" that reaches out specifically to Ramadan Muslims. Extra special attention is showered on them and roles of responsibility are delegated to them so that they can participate more in the masjid. Invite them to special iftars where they are the center of attention.

IDEA #9: HOME HALAQAH

Muslim families often keep their worship for the masjid, so why not make Muslim family time at home. It could work like this: After *taraweeh* or *Asr*, the family gathers together for 15 minutes. There are many things you could do in your *halaqah*, however, the main point is that you set time aside for it.

For example, each family member may recite a few verses of Quran. Or, one of the kids can read a story of the Sahaabaa so that all family members can be reminded. Or, each family member can speak about the blessings of Allah upon them and what they have in their lives for which they are thankful. Just 15 minutes for the home *halaqah*. For the entire family, *bi idhnillaah*, it will be a spring of Eman.

The past saw Muslims that spent their nights of Ramadan awake praying to Allah. It saw days where people, for the sake of Allah, went thirsty. They knew that this season may never return on them and they heard Allah's words "*Ayyaman Ma`doodaat* (a limited number of days)." Don't let the sand of Ramadan slip away!

Muhammad Al-Shareef

Before The Sand Slips Away

Imagine that you are four years old and on the beach. The camp leader has told you that you have five minutes to build a great castle. "Quickly," your Ameer tells you, "the sand here is too soft. Run closer to the water and get better sand!" Off you run and grab, with your tiny hands, as much sand as you can hold. But, as you run back, you feel the sand slipping through your fingers and you can do nothing about it. In your haste, all the sand has slipped away. The competition is over. This is the analogy of our lives; this is the analogy of our time in Ramadan.

For many of us, Ramadan is passed daily with 9 to 5 jobs or school, nights where we may or may not go for *taraweeh*, a peak at the TV (may Allah protect us), and the night is over. Then, back to work where people everywhere are eating and drinking from crystal water fountains. Blink. Ramadan is over!

The question of the hour is --- how do we take full advantage of this gift of Allah? This is our topic --- before the sands of Ramadan slip away. How many years have we been fasting Ramadan? 10, 15 or 40 years? Are we 10, 15 or 40 times better? Or, does it seem like we have arrived back at the drawing board every time Ramadan comes around?

Ramadan is no small matter. It is one of the pillars of this Deen (Islam) and without it one's Islam would not be complete. In this month, the Prophet ﷺ would intensify his worship of Allah SWT. In doing so, he laid the foundation for his Ummah after him to emulate. Ibn Al Qayyim (RA) wrote: "From his, ﷺ, blessed guidance in Ramadan, is that he used to intensify and diversify his actions of worship. So, for example, Jibreel used to rehearse the Quran with him during the nights of Ramadan. When Jibreel would visit him, he would intensify the amount of *sadaqah* that he would give. He, ﷺ was the most generous out of all people and Ramadan was the time when he was most generous. In Ramadan, he would fill his time with sadaqah, treating people kindly, reciting Quran, performing salah, remembering Allah, and performing *i`tikaaf*" (Zaad Al Ma'aad).

Below are 9 ideas to help make the most of Ramadan, before it slips through our hands.

IDEA #1: COMPOUND YOUR SIYAAM

If you told your financial broker that you just want to keep money in the bank and save it, he would say, "You are wrong. Invest it in the stock market so your money will be compounded. You will earn multiple times what you put in." So now I ask the question: Wouldn't you love to get two times the reward of fasting Ramadan? How does that sound?

Zayd ibn Khalid Al-Juhanee narrates that the Prophet ﷺ said: "Whoever gives a fasting person (food) to break his or her fast, he (the one providing the food) will get the reward equivalent to the (fasting person's) reward, without diminishing anything from the reward of the (fasting person)." How do we do this? Ask any Muslim relief agency if they have a "feed a fasting person" program. *Subhan Allah*, you may find that it only costs $1 to feed a person! So, for $30 you could come out of Ramadan having doubled your reward. There are many needy families that are waiting to be discovered. Ask around and you will find a gold mine of people to help in your own backyard.

IDEA #2: OPERATION GUIDE THE YOUTH

Often in Ramadan there are *khatirahs* (short talks), words of wisdom, *halaqahs* and reminders, all geared to the adults praying *taraweeh*. The youth it seems are being disrespectful by talking in the back of the masjid. "Shhhhhsh!" someone shouts at them. Try this: Just like there are things for the adults, we could have Ramadan activities and reminders geared specifically for the youth. And, it need not be in the masjid. Let's say the youth like to chat and chill outside in the parking lot. Why not organize the activity there? Perhaps it could be on the basketball court or in the parking lot. Have a 5 minute *khatirah*, play games with them, and give them some noble projects to complete in Ramadan.

IDEA #3: TV TURNOFF MONTH

Every parent knows that when they want their child to do well in their studies they tell them, "No TV!" If this is what we do for the *dunya* then how about someone who wants to excel in Ramadan? "Fasting and the Quran will come and testify on behalf of the